ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

11 رمضان المبارک 1426ھ —— نومبر 2005ء

قارئین کو عید الفطر مبارک

عید الفطر...... احکام و مسائل

ثقافت کا "جنگل"

زلزلہ...... ہماری شامتِ اعمال

احرار کا قافلۂ تحفظ ختم نبوت

حکمرانی اور اسلامی تعلیمات

احرار الاسلام

نورِ ہدایت

القرآن

''اور اللہ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے کہ (ہر طرح) امن چین سے بستی تھی۔ ہر طرف سے رزق بافراغت چلا آتا تھا۔ مگر اُن لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اُن کے اعمال کے سبب اُن کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر (ناشکری کا) مزہ چکھا دیا۔''

(النحل:۱۱۲)

الحدیث

''حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے جو بڑی برکت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمت خاص نازل فرماتے ہیں۔ تمارے تنافس کو دیکھتے ہیں اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں۔ پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ۔ بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینے میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے۔'' (رواہ الطبرانی)

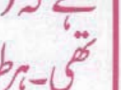

الآثار

''جو لوگ صحرائے زیست کو گلشن رعنا بنانے کے لیے اپنی عمر گنوا دیتے ہیں اور سب مال ومنال اور توانائیاں لٹا دیتے ہیں مگر لیلائے اقتدار کے ساتھ شب باشی ان کے نصیب میں نہیں ہوتی اور شہر سیاست کی کڑی دھوپ میں انہیں زلفِ اقتدار کی گھنی چھاؤں تک میسر نہیں آتی تو حسرت و یاس کی یہ جامد تصویریں اور ان کی اذیت ناک پستی عبرت کا مرقع بن کے رہ جاتی ہے۔ پھر یہ وحشی سیاست انتقال کی تاریکیوں کے سانچے میں ڈھل کر سیاسی قحبہ گری کو پیشہ بنالیتا ہے اور اقتدار کی دیوی چھیننے والوں کو کوستا ہے۔ تمام پرویزی حیلوں اور اشتری چالوں سے خواص اور مقتدرین کو بلیک میل کرتا ہے اور یوں آئندہ الیکشن تک اپنے زخم چاٹتا رہتا ہے۔

ضرورتوں، حاجتوں اور خواہشوں میں گھرے پسے ہوئے لوگ ان گرگ باراں دیدہ کو نام ور سمجھتے ہیں، ان کی جا و بے جا تعریف کرتے ہیں، ان کی نظر نوازی کی تمنا سینے میں سلگائے عذاب النار میں مبتلا رہتے ہیں اور موقع ملنے پر پیاسے کتے کی طرح آرزوؤں کی زبان لٹکائے ان کی دہلیز چاٹنے سے بھی نہیں چوکتے اور دم ہلاتے ہوئے کبھی امریکہ پدھارتے ہیں، کبھی لندن یاترا کرتے ہیں اور کبھی فرانس جا کے گھٹنے ٹیکتے ہیں۔''

سید عطاء المحسن بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے کالم
''دل کی بات'' مطبوعہ ''خبریں'' (۳۰ر دسمبر ۱۹۹۴ء) سے اقتباس

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 16 شمارہ 11 رمضان 1426ھ نومبر 2005ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بیاد

سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی

ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابنِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

معاون مدیر

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

رفقائے فکر

پروفیسر خالد شبیر احمد

عبداللطیف خالد چیمہ، سید یونس الحسنی

مولانا محمد مغیرہ، محمد عمر فاروق

آرٹ ایڈیٹر

محمد الیاس میاں پوری

i4ilyas1@hotmail.com

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک .... 150 روپے
بیرون ملک .... 1000 روپے
فی شمارہ .... 15 روپے

ترسیل زر بنام: نقیبِ ختمِ نبوت

اکاؤنٹ نمبر 5278-1

یو بی ایل چوک مہربان ملتان

تشکیل

دل کی بات	متاثرینِ زلزلہ کی بحالی اور تعمیرِ نو	مدیر	02
بازگشت:	احرار کا قافلۂ تحفظِ ختمِ نبوت اور آپ کا تعاون	سید محمد کفیل بخاری	04
انتخاب:	ثقافت کا "جنگل"	سید عطاء المحسن بخاریؒ	07
دین و دانش:	عید الفطر......صدقۃ الفطر	سید ابوذر بخاریؒ	09
شاعری:	نعت رسولِ مقبول ﷺ	(پروفیسر خالد شبیر احمد)	13
	میرے بس میں تو کچھ نہیں ہے	(سید یونس الحسنی)	14
	رنگِ سخن	(پروفیسر اکرام تائب)	15
افکار:	زلزلہ......ہماری شامتِ اعمال	محمد احمد حافظ	16
〃	حکمرانی اور اسلامی تعلیمات	پروفیسر خالد شبیر احمد	19
ردِّ قادیانیت:	صدی کا سب سے بڑا جھوٹ	محمد متین خالد	23
〃	قادیانی حلقوں میں نااہل قیادت سے مایوسی	محمد سہیل باوا	26
نقد و نظر:	التحقیق المزید علیٰ تنقید غیر مفید (آخری قسط)	مولانا محمد مغیرہ	28
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	عینک فریمی	42
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب (حافظ صفوان محمد، سید یونس الحسنی، ابوالادیب)		43
ماضی کے جھروکوں سے	لاہور کی یادیں	خان غازی کابلیؒ	50
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام کی سرگرمیاں	ادارہ	55
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	61

ای میل ایڈریس

majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

دل کی بات

متاثرینِ زلزلہ کی بحالی اور تعمیرِ نو
جامع منصوبہ بندی کی ضرورت

۸/اکتوبر کو آنے والے زلزلہ سے پاکستان کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ لاکھوں افراد شہید ہوئے جبکہ زخمی ہونے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ ایک سروے کے مطابق زندہ بچنے والے شہید ہونے والوں سے کم ہیں۔ چند لمحوں میں ہنستے بستے شہر اور بستیاں کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ:

> ''زلزلہ سے متاثرین کی بحالی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ایسے نازک حالات میں یہودی، عیسائی اور قادیانی این جی اوز انسانی ہمدردی وخدمت کا لبادہ اوڑھ کر مفلوک الحال متاثرین زلزلہ کے ایمانوں پر ڈاکہ ڈالنے کی سازشیں کر رہی ہیں۔ آزاد کشمیر کے بعض علاقوں میں عیسائی مشنریز اور قادیانی گروہ کی طرف سے خدمت کی آڑ میں مسلمان متاثرین کو مرتد بنانے کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ ان کی طرف سے یتیم و بے سہارا بچوں اور بچیوں کو گود لینے اور اُن کی کفالت کی پیش کش انتہائی خطرناک ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان بچوں کی پرورش نگہداشت، تعلیم وتربیت اور زندگی کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ اس سلسلہ میں درپیش مشکلات کے حل کے لیے یہودیوں، عیسائیوں اور قادیانیوں کی پیشکش قبول کرنے کی بجائے پاکستان کے دینی مدارس اور مسلمانوں کے دیگر فلاحی اداروں اور رفاہی تنظیموں کے ذمہ داران کا اجلاس بلا کر ان کی خدمات حاصل کی جائیں۔ اگر متاثرہ بچوں کو کسی کے سپرد ہی کرنا ہے تو دینی مدارس اور فلاحی اداروں کے سپرد کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ متاثرہ بچے اور افراد مسلمانوں کی متاعِ عزیز اور امانت ہیں۔ انہیں کفار اور مشرکین کے سپرد کر کے کافر و مرتد ہونے سے بچایا جائے۔ ورنہ اس گناہِ عظیم کا وبال موجودہ عذاب سے کم نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ عراق، فلسطین، افغانستان اور عالم اسلام میں مسلمانوں کو قتل کرنے والے اور اُن کا ناحق خون بہانے والے سفاک' کسی بھی صورت میں مسلمانوں کے ہمدرد و خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔''

قائد احرار نے جن امور کی نشاندہی کی ہے اور جن خدشات کا اظہار کیا ہے' وہ حقیقت پر مبنی ہیں۔ متاثرین کی بحالی اور تعمیر نو ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور اس کے لیے جامع منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ یہ کام تنہا حکومت کے بس میں نہیں بلکہ اس کی تکمیل کے لیے قومی اتفاق اور دینی جذبے کی ضرورت ہے۔ پاکستانی قوم نے اپنے مصیبت زدہ بھائیوں، بہنوں کی خدمت کے لیے مثالی کردار ادا کیا ہے اور ایک زندہ قوم ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ صدر مملکت نے قومی ایثار

اور خدمت کے اعتراف کے ساتھ ساتھ یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ بعض کالعدم تنظیموں نے اس موقع پر فلاحی کاموں میں بھرپور حصہ لیا ہے۔ امریکہ و یورپ نے جو امداد فراہم کی ہے، حکومت اُسے ناکافی قرار دے رہی ہے۔ حکومتِ پاکستان نے عالمی برادری سے تعمیرِ نو کے لیے پانچ ارب ڈالر کی امداد مانگی ہے۔ اُدھر اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے بھی عالمی امداد کو ناکافی قرار دیتے ہوئے تشویش کا اظہار کیا ہے۔ ہمیں یہ کہنے میں کوئی شک نہیں کہ عالمی برادری نے ''سونامی'' کے متاثرین کے لیے جس طرح امداد فراہم کی، پاکستان کے لیے اس کے وہ جذبات نہیں۔ ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ اگر پاکستان کے فلاحی، رفاہی اداروں اور دینی مدارس کو متاثرین کی بحالی اور تعمیرِ نو کی خدمت سونپ دی جائے تو وہ خدمت وایثار کی ایک نئی تاریخ رقم کر دیں گے۔ اس موقع پر حکومت کی طرف سے اسرائیل کی امداد کو قبول کرنے کا عندیہ قومی غیرت اور دینی حمیت کے قتل کے مترادف ہے۔ کیا حکمرانوں کو اللہ کی مدد پر یقین نہیں؟ اور کیا وہ اپنی عظیم قوم کے جذبۂ خدمت وایثار سے مایوس ہو چکے ہیں؟ حکومت کو چاہیے کہ وہ اسرائیلی امداد کو قبول کرنے سے انکار کر کے قوم کے دینی جذبات واحساسات کی پاسداری کرے اور غیرت وحمیت کا سودا نہ کرے۔ نیز زلزلہ سے متاثر ہونے والے بچوں اور بچیوں کو کسی غیر مسلم این جی او یا ادارے کے حوالے نہ کرے بلکہ گلشنِ وطن کے ان پھولوں کی حفاظت ونگہداشت خود کرے۔

مجلس احرار اسلام اور خدمتِ خلق:

ہولناک زلزلہ کے فوراً بعد مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری نے متاثرین زلزلہ کی خدمت کے لیے ایک لاکھ روپے سے امدادی فنڈ قائم کیا اور ملک بھر میں اپنی جماعت کی تمام شاخوں کو ہدایت کی کہ وہ خدمتِ خلق کے لیے مجلس احرار اسلام کے تاریخی کردار کو زندہ کریں اور اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی بھرپور امداد کریں۔ جس طرح ۱۹۳۵ء کے زلزلہ کوئٹہ، ۱۹۳۹ء کے قحط بنگال، ۱۹۴۷ء کے فسادات، ۱۹۶۶ء کی وباء ہیضہ ملتان کے موقع پر مجلس احرار اسلام نے خدمتِ خلق کا عظیم کردار ادا کیا تھا۔ انہوں نے مرکزی مجلس عاملہ کے اراکین سے مشورہ کے بعد اپنی جماعت کی تمام شاخوں کو یہ ہدایت بھی کی کہ امدادی رقوم اور سامان ملک کے معروف دینی ورفاہی ادارے ''الرشید ٹرسٹ'' کے حوالے کر دیں۔ کیونکہ اس وقت الرشید ٹرسٹ ہی تمام شرعی تقاضوں کے مطابق صحیح خدمات انجام دے رہا ہے۔ چنانچہ مرکزی دفتر احرار لاہور سے دو ٹرک سامان، تقریباً دو لاکھ روپے نقد، دفتر احرار چیچہ وطنی سے دو ٹرک سامان اور تقریباً دو لاکھ روپے نقد، دفتر احرار دارِ بنی ہاشم ملتان سے ایک ٹرک سامان، ایک سو نئے بستر اور تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپے نقد اور اسی طرح کراچی، فیصل آباد، رحیم یار خان، ٹوبہ ٹیک سنگھ، ڈیرہ اسماعیل خان اور دیگر شہروں سے احرار خدامِ خلق نے امدادی سامان ورقوم جمع کر کے الرشید ٹرسٹ کے حوالے کیا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے، ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور اپنی ناراضی سے بچائے۔ (آمین)

سید محمد کفیل بخاری

احرار کا قافلۂ تحفظ ختم نبوت
محاسبۂ قادیانیت اور آپ کا تعاون

عقیدۂ ختم نبوت، اسلام کی روح، ایمان کی جان اور وحدتِ امت کی اساس ہے۔ امتِ مسلمہ کی بقاء واستحکام اسی عقیدہ میں مضمر ہے۔ یہود ونصاریٰ نے تکمیل دین کے اعلان کے بعد پہلی ضرب عقیدۂ ختم نبوت پر لگائی تا کہ امتِ مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کیا جائے۔ نبی ختمی مرتبت ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے آخری دنوں میں فتنۂ ارتداد نے سر اٹھایا۔ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اسود عنسی کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ میں حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور مسیلمہ کذاب کو خلیفۂ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ جہادِ یمامہ میں سینکڑوں صحابہ شہید ہوئے مگر انہوں نے خاتم النبیین ﷺ کے قولِ فیصل ''جو مرتد ہو جائے، اسے قتل کر دو'' کو سچ کر دکھایا۔

یوں تو چودہ صدیوں میں تقریباً ایک سو کے قریب ملعون اور جھوٹے افراد نے نبوت کے دعوے کیے اور اپنے اپنے عہد میں عبرتناک انجام سے دوچار ہو کر جہنم کا ایندھن بنے مگر گزشتہ صدی کے آخر میں ہندوستان کے نصرانی حکمران 'انگریز' نے امتِ مسلمہ میں انتشار وافتراق پیدا کرنے کے لیے ایک ملعون شخص مرزا قادیانی کو اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لیے منتخب کیا۔ یہ شخص (بقول خود) ''انگریز کا وفادار اور خود کاشتہ پودا'' تھا اور اسی وفاداری کے تحت اس نے پہلے اپنے آپ کو مبلغ ومناظر اسلام کے طور پر متعارف کرایا اور پھر بتدریج مہدی، مجدد، مسیح موعود، ظلی وبروزی نبی اور آخر میں معاذ اللہ محمد واحمد (ﷺ) ہونے کا دعویٰ کیا۔ سب سے پہلے علماء لدھیانہ اور بعد میں علماء دیوبند نے اس پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ مسلمانوں میں اضطراب بڑھا اور محدث کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیری قدس سرہٗ نے فتنۂ قادیانیت کے عوامی محاسبہ کے لیے علماء حق کو تیار کیا۔ ۱۹۳۰ء میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ کی انجمن خدام الدین لاہور کے سالانہ جلسہ میں حضرت انور شاہ کاشمیریؒ نے پانچ سو علماء کی معیت میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو ''امیر شریعت'' منتخب کیا اور اُن کے ہاتھ پر فتنۂ قادیانیت کے محاسبہ وتعاقب کے لیے زندگی وقف کرنے کی بیعت کی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے مجلس احرار اسلام کے تحت ''شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت'' قائم کر کے قافلۂ ختم نبوت تشکیل دیا۔ مرزا کی جنم بھومی قادیان میں احرار کا دفتر، مدرسہ، مسجد اور لنگر خانہ قائم کیا۔ قادیانیوں نے تشدد، خوف وہراس اور زدوکوب کرنے کے تمام ذلیل ہتھکنڈے آزمائے مگر منہ کی کھائی۔

قادیانیوں نے کشمیر کو اپنی سازشوں کا مرکز بنایا تو مجلس احرار نے ۱۹۳۰ء کی تحریک کشمیر میں پچاس ہزار کارکنوں کی گرفتاری اور کئی کارکنوں کی شہادت پیش کر کے قادیانیوں کی سازش ناکام کی اور ڈوگرہ راج کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

حضرت میاں قمر الدین رحمہ اللہ (لاہور) کو ''ختم نبوت وقف قادیان'' کا انچارج اور مولانا عنایت اللہ چشتیؒ (ساکن چکڑالہ ضلع میانوالی) کو قادیان میں پہلا مبلغ مقرر کیا۔ پھر احرار رہنما حضرت مولانا محمد حیاتؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، مولانا لعل حسین اخترؒ اور قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ قادیان کے مرکز احرار اسلام میں بیٹھ کر قادیانیوں کو للکارتے رہے اور قادیان کے مسلمانوں کے حوصلے بڑھاتے رہے۔

۱۹۳۴ء میں مجلس احرار اسلام نے قادیان میں تین روزہ عظیم الشان ''ختم نبوت کانفرنس'' منعقد کی، جس میں تمام زعماء احرار اور ہندوستان بھر کے علماء خصوصاً حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہم اللہ نے شرکت کی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حلقہ کے تمام علماء سمیت تائید وحمایت کر کے مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کے لیے اپنی طرف سے مالی تعاون بھی فرمایا۔ اس مشن میں مجلس احرار اسلام کو برصغیر کے تمام علماء کی تائید وحمایت اور دعا وتعاون حاصل تھا۔ الحمدللہ! قادیانیوں کی ہوا اکھڑ گئی اور احرار کے قافلۂ تحفظ ختم نبوت کو فتح حاصل ہوئی۔

قیامِ پاکستان کے بعد قادیانیوں نے پاکستان کی سلامتی کو نقصان پہنچانے کی سازش کی اور انگریز کا حق نمک ادا کرتے ہوئے، اُن کے منصوبوں کی تکمیل کے لیے سرگرم ہوگئے۔ مجلس احرار اسلام نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں تمام مکاتبِ فکر کے جید علماء کو متحد کر کے ''کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' تشکیل دی۔

۱۹۵۳ء میں تحریک تحفظ ختم نبوت برپا ہوئی۔ مارشل لاء لگا دیا گیا اور ہزاروں سرفروشانِ احرار اور فدائیانِ ختم نبوت گولیوں کا نشانہ بن کر شہید ہوئے۔ تمام رہنما قید کر لیے گئے۔ مگر شہداء کا خون رنگ لایا اور ۱۹۷۴ء میں ایک بے مثال تحریک کے نتیجے میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ جبکہ ۱۹۸۴ء میں قانون امتناعِ قادیانیت جاری ہوا۔

جون ۱۹۷۵ء میں ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاریؒ ربوہ میں داخل ہوئے اور تبلیغی جلسوں کے ذریعے قادیانیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ فروری ۱۹۷۶ء میں چناب نگر (سابق ربوہ) میں مجلس احرار اسلام نے مسلمانوں کی پہلی جامع مسجد قائم کی، جس کا سنگ بنیاد جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ نے اپنے دستِ حق پرست سے رکھا۔ مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ نے بھی اس موقع پر خطاب فرمایا۔ حضرت سید عطاء المحسن

بخاری رحمہ اللہ کی امامت میں نمازِ جمعہ ادا کی گئی۔ پھر دونوں بھائیوں اور دیگر کارکنوں کو گرفتار کیا گیا۔ ابناء امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ اور حضرت سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے یہاں مدرسہ و مسجد قائم کر کے قادیانی ''قصرِ ضلالت'' میں زلزلہ برپا کر دیا۔

مجلس احرار اسلام کا یہ قافلۂ تحفظ ختم نبوت آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ رواں دواں ہے۔ پاکستان میں اس وقت تیس مراکز ختم نبوت، محاسبۂ قادیانیت کی جہدِ مبین میں مصروف ہیں۔ برطانیہ میں جناب شیخ عبدالواحد اور جرمنی میں جناب محمد اعظم ''احرار ختم نبوت مشن'' کی نگرانی کر رہے ہیں۔ چناب نگر (ربوہ) میں قائدِ احرار ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم ہمہ وقت مدرسہ ختم نبوت، مسجد احرار میں موجود ہیں۔ نیز مولانا محمد مغیرہ مبلغین ختم نبوت تیار کر رہے ہیں۔ مسجد احرار چناب نگر میں سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ اسی طرح چنیوٹ، لاہور، چیچہ وطنی اور دیگر شہروں میں بھی تحفظ ختم نبوت کے سالانہ اجتماعات ہوتے ہیں۔ مرکز احرار لاہور اور دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی میں تحفظ ختم نبوت کورس منعقد ہوتے ہیں۔ ردّ قادیانیت پر ہزاروں روپے کا لٹریچر شائع کر کے مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ جناب عبداللطیف خالد چیمہ (مرکزی ناظم نشر و اشاعت مجلس احرار اسلام) برطانیہ، سعودی عرب اور پاکستان میں باقاعدگی سے دورے کر کے ختم نبوت کے مشن کی آبیاری کر رہے ہیں۔ مجلس احرار اسلام کی موجودہ قیادت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری اور پروفیسر خالد شبیر احمد اپنے رفقاء کی بہترین صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا کر قادیانیت کے محاسبہ و تعاقب میں فعال و سرگرم ہیں۔ اس وقت مدرسہ ختم نبوت چناب نگر، مدنی مسجد چنیوٹ، عثمانیہ مسجد چیچہ وطنی اور مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم ملتان زیرِ تعمیر ہیں۔

مجلس احرار سلام کے شعبۂ تبلیغ تحریک تحفظ ختم نبوت کے تحت قائم مدارس و مراکز، اساتذہ و مبلغین، طلباء کی رہائش خوراک، علاج اور لٹریچر کی اشاعت وغیرہ پر سالانہ اخراجات تقریباً ایک کروڑ روپے ہیں۔ جدید تعمیرات بجٹ کی کمی کی وجہ سے معلق ہیں۔

تمام مسلمانوں سے اپیل ہے کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی جماعت' مجلس احرار اور قافلۂ تحفظ ختم نبوت کے معاون بنیں، اپنی زکوٰۃ وصدقات اور عطیات سے احرار ختم نبوت مشن کو مضبوط کریں۔ اللہ کی رضا کے لیے خرچ آپ کریں، دعا ہم کریں گے اور اجر اللہ تعالیٰ عطاء فرمائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

☆......☆......☆

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ثقافت کا ''جنگل''

حال ہی میں مجھے ثقافت کے جنگل کا دشوار گزار سفر کرنا پڑا۔ رمضان شریف میں جنگل کا سفر' اور وہ بھی ثقافتی جنگل کا...... بہت بے مزہ ہوا' غالبؔ تو گالیاں کھا کے بھی بے مزہ نہ ہوا مگر یہ جنگل مناظر ان وحشیانہ گالیوں سے بھی بدتر تھے۔ میں حیران تو اس وقت ہوا جب میری نظر تعلیم بد چلنی کے امریکن سکول پر پڑی۔ وہاں بہت سی لومڑیاں چہرے سجائے، بال منڈائے، عشق کو پلکوں پہ بٹھائے نظر آئیں۔ شاید وہ کسی وحشی بیوٹی پارلر سے بر آمد کی گئی تھیں۔ وحشی میں نے اس لیے لکھا کہ وحشی کو سکون سے کوئی مطلب نہیں ہوتا اور راہ گزر سے گزرنے والوں کا جو سکون لوٹ لے' وہ یقیناً وحشی ہے۔ قتل کرنے والا اور ''ٹوٹے ٹوٹے'' کر دینے والا اتنا بڑا وحشی نہیں ہوتا' جتنی بڑی وحشی یہ بیوٹی پارلر سے نکلنے والی غارت گر سکونِ چشم و دل ہوتی ہے۔ میں امریکن سکول سے جانب مشرق گھوم گیا تو وہاں بہت سی طوطیاں جمع تھیں۔ بعض پر تو مینا کا گمان ہونے لگا کیونکہ نہایت روانی سے یہود و نصاریٰ کے لب و لہجہ میں ''ٹاک'' رہی تھیں بلکہ انہوں نے ''کٹاک کٹاک'' لگا رکھی تھی اور پوری راہ گزر سر پہ اٹھا رکھی تھی۔ شور ایسا کہ کان پڑی آواز بھی سنائی نہ دیتی تھی۔ قریب ہوئے تو پتا چلا کہ یہاں سے ایک باپردہ آدم زادی گزری ہے جس پر ثقافت کے جنگل کی یہ ثقافتی طوطیاں آپے سے باہر ہو رہی تھیں اور ''شوروں'' جیسا شور برپا کر کے اچھی خاصی محفل موسیقی جمائے ہوئے تھیں۔

ہم نے آگے بڑھنے کی ٹھانی اور دو طویل گزرگاہوں کا فاصلہ طے کیا تو کیا دیکھا کہ درختوں کے ایک جھنڈ میں کچھ مورنیاں کتھک ڈانس کی مشق کر رہی تھیں۔ ان کے ساتھی...... ان کی نوع تبدیل کر کے انہیں فنکاراؤں میں شمار کرانے والے...... عام بندر، چمپنزی، بن مانس، ایک ریچھ، اس کے پیچھے پیچھے ایک بھیڑیا' سبھی دُمیں دبائے، وِگیں سروں میں سجائے واہ واہ کے ڈونگرے برسا رہے تھے۔ مورنی...... داد پا کے کبھی اپنے ''کھمب'' سکیڑ لیتی، کبھی پھیلا لیتی، کبھی دائیں گھومتی، کبھی بائیں، کبھی سر دُم کو لگا لیتی، کبھی چونچ سے زمین چومتی...... اور اس وقت بھیڑیے اور ریچھ کی بے تابیاں، بے قراریاں دیدنی ہوتیں۔ بے اختیار ان کے وحشتوں سے سرخ چہرے مورنی کی طرف بڑھتے اور مورنی فنی مہارت سے پہلو بچاتی ہوئی، مسکراتی ہوئی موروں کی ڈار میں جا چھپتی۔ گئی اور بھیگتی رات تک یہ ثقافتی جنگلی شو ہوتا رہا۔ اچانک ایک ہاتھی اور ''ہتھن'' ...... ''ہتھ مستیاں'' اور ''سٹھ کیلیاں'' کرتے ہوئے چنگھاڑتے ہوئے آ براجے۔ ہاتھی کے پاس ایک بہت بڑا گچھا تھا۔ وہ اس نے کھولا تو پتا چلا کہ مسٹر ہاتھی نے سیاسی کرتب دکھانے شروع کر دیئے ہیں کیونکہ باقی سب ثقافتی جنگل میں سیاست کا پھڈا نہیں ڈالتے تھے لیکن ہاتھی نے پہلے تو وہ گچھا تقسیم کیا۔ جس کے چرتے ہی تمام جانور' اول فول بکنے لگے

اور منہ سے جھاگ اگلنے لگے پھر دیکھتے ہی دیکھتے تمام اپنی اپنی دُموں پر کھڑے ہوگئے اور ایک عجیب وغریب شعر جو خالص کسی آدم زاد کا لکھا ہوا تھا درباری، بھیرویں اور آسا میں الاپنے لگے...... ؎

لوگ آئینوں میں تکنے لگے چہرے اپنے
علم کے پیڑ سے تہذیب کا بندر اترا

......اور اس گائیکی سے کچھ ایسا سماں بندھ گیا کہ......''ڈارون'' کی بدروح بھی رقص کرنے لگی۔ جیسے گھری ہوئی ہے طوائف' تماش بینوں میں!

ابھی یہ طوفان تھمنے نہ پایا تھا کہ ہاتھی نے گچھے کی تہہ سے گوشت کے ٹکڑے نکالے اور ثقافتی جانوروں کی طرف اچھالے۔ گوشت کی بو سونگھتے ہی ریچھ، بھیڑیا، بندر، چمپنزی، بن مانس اور مس لومڑی (بے چاری صنف ضعیف) اچھلتے کودتے' گوشت کے ٹکڑوں پر پل پڑے۔ ایک دو ٹکڑے...... جتنے جس کے دانتوں میں آئے وہ لے بھاگا۔ مس لومڑی ایک طرف اور مورنی دوسری طرف منہ لٹکائے ٹسوے بہاتے رہے، اپنے بال و پر سکیڑ کر' جنگل کے جانوروں کی منہ زوری کا گلہ کرنے لگے: ؎

جب توقع ہی اٹھ گئی ' غالبؔ
کیا کسی کا گلہ کرے کوئی؟

مس لومڑی اپنے سرخ سرخ ہونٹوں سے گلۂ وفائے جفا نما کر رہی تھی کہ بھیڑیا بھاگتا ہوا واپس آیا' کہنے لگا مس! آپ خفا نہ ہوں جنگل کے بادشاہ کے پاس چلتے ہیں وہ انصاف کرے گا۔ یہ سنتے ہی مورنی پھٹ پڑی کہ سارا فساد تو اسی جنگل کے باشاہ سلامت کا پیدا کیا ہوا ہے۔ یہ اسی کا آمرانہ انداز ہے جو ہمیں جینے نہیں دیتا۔ یہ بادشاہ سلامت ہیں؟ ان کو لطافتوں کا کیا علم؟ چہ داند بوز نالذّات ادرک؟ ہم سب آدھا جنگل ہیں۔ ہم تبدیلی لانا چاہیں تو لا سکتے ہیں۔ ہماری خاموشی اور بزدلی نے یہ دن دکھائے کہ آدم زادوں کا شکار بننے سے لے کر ہاتھی کے گوشت بانٹنے تک ہم نے مسلسل ظلم سہا۔ آس کے دامن سے وابستہ رہے، وفا کے دروازوں سے چمگادڑ کی طرح چمٹے رہے مگر ہماری کمیونٹی کا کوئی فرد آگے بڑھ کر بات نہ کر سکا۔ آج ہم بادشاہ کے پاس نہیں جائیں گے بلکہ ہم بلبل ہزار داستان کے پاس جا کے اپنا رونا روئیں گے۔ سب نے بیک زبان اتفاق رائے کا اظہار کیا۔ لومڑی، مورنی اور بھیڑیا مل کر' بلبل ہزار داستان کی چوکی بھرنے چلے۔ ایک عظیم آدم زاد کا شعر گاتے ہوئے...... ؎

وہی میری کم نصیبی ' وہی تیری بے نیازی
مرے کام کچھ نہ آیا ' یہ کمالِ ''خر'' نوازی

(۲۰رفروری ۱۹۹۵ء)

افادات: جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاریؒ مرتب: سید محمد کفیل بخاری

عیدالفطر......صدقۃ الفطر
(فضائل، احکام، مسائل)

تمہید:

عیدالفطر بھی دیگر امتیازات دینیہ کی طرح ایک عظیم اسلامی شعار، ایک دوررس اخلاقی نصاب، ایک مسنون تفریح اور قومی مسرت اور خوشی کا مبارک دن ہے، جسے دنیاوالوں کے معمولات کے بالعکس اللہ نے بجائے ایک تہوار کے عبادت کی اہمیت برقرار رکھتے ہوئے اس میں بہ قدرِ ضرورت تفریح کی آمیزش کر کے اسلام کی قوت وعظمت کو دوام بخش دیا ہے۔

ہر مرغوب ومحبوب شے کے حصول اور عزیز مقصد کے انجام پانے پر جب فطرۃً خوشی نصیب ہو تو دستور ہے کہ اس کے اظہار کی کوئی نہ کوئی صورت اور تدبیر ضرور اختیار کی جاتی ہے۔ اسلام نے بھی دین فطرت ہونے کی وجہ سے اس معصوم انسانی جذبہ کی پوری قدر کی اور دین فطرت کی قائل امت مرحومہ کی دلداری وعزت افزائی فرمائی۔ چنانچہ رمضان المبارک کے پاکیزہ مہینے میں مختلف قسم کی شبانہ روز عبادت وریاضت خوش اسلوبی سے مکمل کرنے پر یکم شوال کے دن چند خاص اعمال پر مشتمل ایک مظاہرہ مسرت وتفریح قانوناً مقرر کر دیا ہے۔

تحفہ عبودیت:

اپنی عزت وجاہت کے لیے نہیں بلکہ حصول اجر وثواب کی نیت کے ساتھ سچے دل سے دیئے ہوئے عطیہ کو صدقہ کہتے ہیں۔ اور ''فطر'' کا معنی ہے ٹوٹنا، کھلنا، جدا ہونا، تو صدقۃ الفطر کا مطلب ہوا۔ ماہ صیام کے جدا ہونے، روزہ کا عمل ٹوٹنے نیز کھانے پینے اور میاں بیوی کے میل جول کی بندش کھلنے پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خلوص قلب سے پیش کیا ہوا ''ہدیہ تشکر''

ہر چھوٹا بڑے کے لیے اور ہر ممنون اپنے محسن ومربی اور مرکز عقیدت تک کوئی تحفہ اور عطیہ کسی ذریعہ اور واسطہ کے ساتھ ہی پہنچانے جاتا ہے اور اس عمل کو اپنا فطری اور اخلاقی فرض، موجب سعادت اور باعثِ خیر وبرکت عمل یقین کرتا ہے۔ بعینہ اسی طرح فرماں بردار مخلوق جب خالق مطلق اور رب رحیم وکریم کے حضور اپنی بندگی اور توفیق عبادت وریاضت کی نعمت نصیب ہونے پر اظہار سرور فرحت کے لیے جبہ سائی کا ارادہ کرے تو فقراء ومساکین کا معروف طبقہ کہ جن لوگوں کی حالت عجز واحتیاج، پروردگار کو بڑی محبوب ہے۔ ان کو اپنا وکیل اور نمائندہ بنا کر بارگاہ صمدیہ کے مناسب ہدیہ نیاز پیش

کرنے پر فطرۃً اور قانوناً مامور و مجبور ہو جاتی ہے، یہ حاصل ہے، صدقۃ الفطر کی قانونی رسم اور شرعی ضابطہ کے اداء و تکمیل کا۔
خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں تا زندگی اس روحانی فصل بہار سے دل و دماغ اور جسم و جان کے لیے کسب فیض ونور کا موقع ملتا ہے۔ ورزقنا اللہ ابداً...... آمین! ہم سب کو اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرنی چاہیے۔

زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کا نصاب:

ہر آزاد، عاقل، بالغ مسلم جو گھریلو ضروریات کے علاوہ ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کے نقد روپیہ یا سونے یا اتنے وزن کے چاندی کے زیور یا اتنی قیمت کے سامان یا جائیداد یا تجارتی مال کا مالک ہو یا اس کے پاس موجود تمام اشیاء میں سے بعض یا سب کا مجموعہ مل کر ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے یا پھر وہ بجائے چاندی کے ساڑھے سات تولے سونے یا اتنے وزن کے سونے کے زیورات کا مالک ہو تو اس پر زکوٰۃ کی طرح عید الفطر کے دن نماز کا وقت آتے ہی صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے۔ مگر اتنی مالیت پر زکوٰۃ کی طرح سال کا گزرنا ضروری نہیں۔

صدقۂ فطر:

ہر میاں بیوی پر صرف اپنی ذات کی طرف سے اور اپنے بے مال غیر بالغ یا بالغ مگر مجنون اولاد نیز اپنے نوکر اور خادمہ کی طرف سے صدقہ دینا واجب ہے۔ مال دار بالغ اولاد اور باقی گھر والے اپنا صدقہ خود ادا کریں۔ البتہ ان کا وکیل بن کر صدقہ وزکوٰۃ وغیرہ ادا کرنا درست ہے اور اگر کسی شخص نے بغیر ایک دوسرے کی اجازت کے ازخود ہی اس کی طرف سے دے دیا تو وہ ''صدقہ نفلیہ'' بن جائے گا اور اصل آدمی پر صدقۃ الفطر بدستور واجب رہے گا۔ اس کو مستقلاً ادا کرنا ضروری ہے۔

عورت شریعت کے مطابق چونکہ اکثر احکام میں مرد کی طرح مستقل شخصیت و حیثیت کی مالک ہے۔ چنانچہ نقد اور غیر نقدی مال وغیرہ کے جمع اور خرچ میں اس کی ملکیت و حیثیت بھی مستقل ہے۔ لہٰذا اس پر صرف اپنی ذات کی طرف سے صدقہ دینا واجب ہے، اپنے شوہر اور اولاد کی طرف سے نہیں! اور اگر گھر میں صرف اس کے خاوند نے صدقہ ادا کیا تو اس سے عورت پر واجب شدہ صدقہ ادا نہیں ہوگا بلکہ اسے بہر حال اپنی زکوٰۃ، عشر اور قربانی کی طرح اپنا یہ صدقۃ الفطر بھی خود ہی براہ راست لازماً ادا کرنا پڑے گا ورنہ وہ گناہ گار ہوگی۔

صدقہ فطر میں پونے دو کلو گندم (احتیاطاً دو کلو) یا گندم کا آٹا یا ساڑھے تین کلو جَو (احتیاطاً چار کلو) یا جَو کا آٹا اور ستو یا چار کلو کھجور یا کشمش یا ان کی قیمت حاضر نرخ کے مطابق دینا واجب ہے۔ فقراء کی ضرورت کے لحاظ سے نقد پیسے دینا اولیٰ اور بہتر ہے تاکہ وہ غریب خود بھی کچھ خرید کر عید کی خوشی میں براہ راست حصہ دار بن سکے۔

نمازِ عید سے قبل صدقہ فطر ادا کرنا افضل اور مستحب ہے اور عید سے ایک دو روز قبل بھی ادا کرنا جائز ہے۔

صدقہ فطر کے مستحق......غیر مستحق:

رشتہ داروں میں حقیقی دادا، دادی، ماں ، باپ، نانا، نانی، بیٹا، بیٹی ، پوتا، پوتی ، نواسہ، نواسی میں سے کسی کو بھی صدقہ فطر اور زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ ایسے ہی شوہر، بیوی ایک دوسرے کو صدقہ فطر نہیں دے سکتے۔ اس کے علاوہ دیگر محتاج ومسکین عزیز واقارب میں سے سوتیلے دادا، دادی ،سوتیلے ماں، باپ ،حقیقی چچا ، چچی ، پھوپھا، پھوپھی ، ماموں ،ممانی، خالو، خالہ، حقیقی بھائی، بہن، بھتیجا، بھتیجی ، بھانجا، بھانجی ، اپنے سسر، ساس، سالہ، سالی اور بہنوئی سب کو زکوٰۃ وعشر کی طرح صدقۃ الفطر دینا جائز ہے۔

سادات قریش کی پانچ شاخوں کو صدقہ فطر سمیت تمام صدقات واجبہ، زکوٰۃ وعشر دینا جائز نہیں۔

حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ''تمام صدقات ،محمد اور آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں۔ سادات بنو ہاشم کی پانچ شاخیں یہ ہیں (۱) آل علی (۲) آل عباس (۳) آل جعفر (۴) آل عقیل (۵) آل حارث (حضور ﷺ کے سب سے بڑے سوتیلے چچا حارث بن عبدالمطلب کی اولاد)

عید کے دن مسنون اعمال:

(۱) شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا

(۲) غسل کرنا

(۳) مسواک کرنا

(۴) حسب استطاعت کپڑے پہننا

(۵) خوشبو لگانا

(۶) صبح کو جلدی اٹھنا

(۷) عیدگاہ میں جلدی جانا

(۸) عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا کھجور یا چھوارے کے طاق دانے کھانا مستحب ہے

(۹) نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا

(۱۰) عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا (بہ عذر شرعی شہر کی مسجد میں پڑھنا)

(۱۱) ایک راستہ سے عیدگاہ جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا

(۱۲) عیدگاہ جاتے ہوئے راستہ میں اللّٰہ اکبر ، لاالٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر ، اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد آہستہ آہستہ کہتے ہوئے جانا۔ (سواری کے بغیر پیدل عیدگاہ جانا)

نمازعید کے احکام:

نمازعید کا وقت طلوع آفتاب یعنی اشراق کی نماز کے وقت کے ساتھ ہی شروع ہوجاتا ہے۔اورزوال سے پہلے تک رہتا ہے۔نمازعید سے قبل کوئی بھی نفل نماز گھر یا مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے۔ یہ حکم عورتوں اوران لوگوں کے لیے بھی ہے جوکسی وجہ سے نمازعید نہ پڑھ سکیں۔نمازعید سے پہلے نہ اذان کہی جاتی ہے، نہ اقامت۔یہ خلاف سنت اور بدعت ہے۔

طریقہ نماز:

دورکعت نمازعید واجب مع چھے تکبیرات زائدہ کی نیت کرکے امام کے ساتھ پہلی تکبیر پر ہاتھ باندھ کر سبحانک اللّٰھم آخر پڑھ لیں۔پھر دوسری اور تیسری تکبیر پر ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر ہاتھ باندھ لیں، اب امام سورۃ فاتحہ اورکوئی دوسری سورۃ پڑھ کر پہلی رکعت مکمل کرے گا۔دوسری رکعت میں امام جب فاتحہ اورکوئی سورۃ پڑھ لے تو اس کے ساتھ تینوں تکبیرات میں ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع کرلیں۔ پھر باقی ارکان سمیت نماز پوری کرلیں۔بعدازنماز حسبِ دستور دعا بھی مانگ لیں۔

خطباتِ عید:

نماز کے بعد دو خطبات سنت ہیں، انہیں خاموشی اور توجہ سے سننا چاہیے۔

جبری معانقہ ومصافحہ:

خطبہ کے بعد امام کو مصلّیٰ سے ہٹ کر ایک طرف ہوجانا چاہیے تاکہ لوگ آسانی سے منتشر ہوجائیں، اسی طرح نمازیوں کا ایک دوسرے کو یا امام کو سلام اور مصافحہ ومعانقہ کرنا اورعید کی مبارک باد دینا بھی ثابت نہیں۔گردنیں پھلانگنا، جلدی اور تیزی سے لپکنا اور جبری معانقہ ومصافحہ، سلام اور مبارک باد دینے کی کوشش کرنا قطعاً غلط اور خلافِ سنت اور بدعت ہے۔اس غیرمسنون عمل سے بچنے کی سعی کرتے رہنا چاہیے۔

☆......☆......☆

پروفیسر خالد شبیر احمد

نعت رسولِ مقبول ﷺ

جانِ جہاں وہ جن پہ عقیدت ہوئی ہے ختم
ختم الرسل وہ جن پہ نبوت ہوئی ہے ختم

اُن کے ہی دم قدم سے شرافت کی آبرو
خیر البشر پہ حدِ شرافت ہوئی ہے ختم

اُن کے وجودِ پاک پہ صدق و صفا کو ناز
صادق ہیں ایسے جن پہ صداقت ہوئی ہے ختم

ہر اک قدم ہے اُن کی عزیمت کی داستاں
لاریب اُن پہ شانِ عزیمت ہوئی ہے ختم

اُن کے صحابہ عظمتِ دیں کے ہیں شاہکار
جن پہ ہر ایک پہلو سے عظمت ہوئی ہے ختم

سیرت سے اُن کی جوہرِ کردار کو جِلا
افضل ہیں ایسے جن پہ فضیلت ہوئی ہے ختم

دنیا جہاں کی رفعتیں اُن پہ نثار ہیں
جس فخرِ کائنات پہ رفعت ہوئی ہے ختم

اس صنفِ نعت گوئی کی لاؤ کوئی مثال
جس پر ہر ایک طرز کی مدحت ہوئی ہے ختم

نطقِ نبی کا معجزہ ' خطبے حضور کے
ندرت ہے ختم جن پہ فصاحت ہوئی ہے ختم

وہ رحمتِ عمیم ہیں دنیا کے واسطے
جن کے وجودِ پاک پہ رحمت ہوئی ہے ختم

لکھے ہوئے ہیں لوحِ صداقت پہ یہ حروف
ہاں مصطفیٰ پہ شانِ رسالت ہوئی ہے ختم

یورش کے درمیاں بھی وہ ثابت قدم رہے
ایسے شجاع کہ جن پہ شجاعت ہوئی ہے ختم

خالد نہیں ہے دین سے کچھ اُس کا واسطہ
جس کو یقیں نہیں کہ نبوت ہوئی ہے ختم

سید یونس الحسنی

میرے بس میں تو کچھ نہیں ہے

بیاد: سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

کئی دنوں سے ہوا کی دستک تو سن رہا تھا
میرا تیقن کہ دھوپ نگری میں سبز موسم اتر رہا ہے
مری دعا باریاب ہوگی
محبتوں کی، ہمشگی کی
حیاتِ تازہ کی آرزو کی
نزار موسم میں برکھا رُت کی
مجھے یقیں تھا کہ میرا دلبر
گلیمِ فقر و غنیٰ لپیٹے
جلال و عزمت کے راستوں پر نکل پڑے گا
کلامِ حق کی فصاحتوں سے عدوّ دیں کو بھسم کرے گا
وہ اپنے جذبِ نہاں کی شمشیر پر حشم سے
منافقت کا سرِ تکبر قلم کرے گا
مگر یہ معلوم اب ہوا ہے، ہوا نے دھوکہ دیا تھا مجھ کو
مری دعائیں تو مر چکی ہیں، گلاب فصلیں اجڑ چکی ہیں
محبتیں تو بچھڑ چکی ہیں
حیاتِ تازہ کی آرزوئیں بکھر چکی ہیں
اجل کے پیغام بر کو دیکھو
وہ میرے گھر کی اک اور عظمت، اک اور رونق کو لے گیا ہے

مرا برادر نئے جہاں کو چلا گیا ہے
گواہی لے کر، گواہی دے کر
کہ ''میرا ایمان سب سے اعلیٰ، عظیم تر ہے''
مرے مربّی، اے میرے محسن، عطائے محسن!
ترے کرم کی کہانیاں کس طرح سے لکھوں
میں تیری شب خیزیوں کی باتیں سناؤں کیسے
میں اپنا احوال کس سے چھیڑوں
بدن تو زندہ ہے روح لیکن فغاں بہ لب ہے
میں کیسے کہہ دوں وہ شخصِ رعنا یہاں نہیں ہے
کہ میرے بس میں تو کچھ نہیں ہے

☆......☆......☆

برمزار سید عطاء المحسن بخاریؒ

۱۴؍ نومبر ۱۹۹۹ء۔ ملتان

پروفیسر محمد اکرام تائب (عارف والا)

رنگِ سخن

گھر میں اک تعویز بنا کر رکھا ہے
ڈگری کو سو بار اٹھا کر رکھا ہے

ختم ہوا جب تیل تو پھر نہ لے پائے
میں نے کب سے دیپ بجھا کر رکھا ہے

وقت کبھی آیا تو اُس کو پہنوں گا
میں نے بھی اک سوٹ سلا کر رکھا ہے

مر کر بھی شاید نہ پورا ہو پائے
آنکھوں میں جو خواب چھپا کر رکھا ہے

ڈرتا ہوں اس سال نہ وہ بھی بک جائے
بیٹی کا جو ہار بچا کر رکھا ہے

غربت میں یہ حسن بھی ایک قیامت ہے
ہر رستے پر جال بچھا کر رکھا ہے

رب کو ہے معلوم کہ ظالم لوگوں سے
کیسے اپنا آپ بچا کر رکھا ہے

سچ کہنا بھی کتنی بات بڑی ہے اب
تو نے تو ہر ایک خفا کر رکھا ہے

ڈر ہے تائب پھوٹ بہے نہ آنکھوں سے
دل میں جو طوفان دبا کر رکھا ہے

محمد احمد حافظ

زلزلہ...... ہماری شامتِ اعمال

۸/ اکتوبر کو پاکستان کے بالائی حصوں میں خوفناک زلزلہ آیا......جس نے چند سیکنڈوں میں شہروں، بستیوں اور دیہات کو تہ وبالا کر کے رکھ دیا......مظفر آباد، بالاکوٹ اور باغ جو کبھی ہنستے بستے شہر تھے...... جہاں زندگی اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ موجود تھی...... جہاں پھول کھلتے، کلیاں چٹکتی، پودے مسکراتے اور پرندے چہچہاتے تھے...... جہاں کے مکین کشمیر کے حسن افروز ماحول سے اپنے لیے قوت، حرارت اور امنگ کشید کرتے اور دھیرے دھیرے گزرتے لمحات کے ساتھ کاروبارِ حیات میں مگن رہتے تھے......آج قبرستان کا منظر پیش کر رہے ہیں......کیا معلوم تھا کہ آٹھ اکتوبر کی صبح موت کا بھیانک پیغام لے کر نمودار ہوگی اور......آن کی آن میں سب کچھ تہ وبالا کر کے رکھ دے گی......؟ ابھی تو ننھے منے، گول مٹول پھول سے بچوں نے ٹھیک سے اپنے بستے بھی ڈیسکوں پہ نہیں لگائے ہوں گے کہ زمین کی ایک زوردار کروٹ نے انہیں ہمیشہ کی نیند سو جانے پر مجبور کر دیا...... پوری ایک نسل سنگ وخشت کے بوجھ تلے دب گئی......امیر وغریب، شاہ وگدا، نیک وبد سب اناگہانی آفت کی زد میں آئے اور منوں ملبے کے بوجھ تلے دب کر زندگی کے بوجھ سے آزاد ہو گئے...... جو زندہ بچے وہ غم واندوہ اور سکتے کی کیفیت میں ہیں......سب کچھ ہی تو ختم ہو گیا...... بے شمار لاوارث بچے جن کے والدین انہیں بھری دنیا میں اکیلا چھوڑ کر اگلی زندگی کو سدھار گئے ہیں......ان معصوموں کی بلکتی سسکتی بلبلاتی آوازیں......پتھر دلوں کو بھی موم کر رہی ہیں......کارِ وطن پہ وہ کوہِ غم ٹوٹا ہے کہ ہر فرد نم دیدہ ہے......اس زلزلے میں جو لوگ جان ہار گئے لاکھوں میں ہیں......جو بے گھر ہوئے وہ بھی لاکھوں میں ہیں......آزاد کشمیر کا شاید ہی کوئی گھر بچا ہو جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اس زلزلے سے متاثر نہ ہوا ہو......وزیر اعظم آزاد کشمیر اگر یہ کہتے ہیں کہ وہ قبرستان کے وزیر اعظم ہیں تو غلط نہیں......اس لیے کہ وہاں اب بچا کیا ہے سوائے ملبے کے۔

اس عظیم سانحے کے موقع پر اہل وطن نے جس طرح دل کھول کر زلزلہ زدگان کی اشک شوئی کے لیے ایثار وقربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے امداد کے انبار لگائے ہیں وہ بجائے خود ایک داستان ہے......وطن عزیز کا کوئی شہر یا قصبہ ایسا نہیں جہاں متاثرین زلزلہ کے لیے درجنوں امدادی کیمپ نہ لگے ہوں......یقین نہیں آتا کہ یہ وہی گانے بجانے اور فلموں میں ڈوبی ہوئی قوم ہے یا کوئی اور......؟ حقیقت یہ ہے کہ ہم وطنوں کے اس بے مثال اور بے لوث تعاون نے دنیا کی بدترین قوم یہود کی فیاضی، سخاوت اور انسان دوستی کے قصیدے پڑھنے والے نام نہاد دانشوروں اور کالم نگاروں کے پروپیگنڈے پر پانی پھیر کر رکھ دیا ہے...... سچ ہے کہ ''خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی'' اس قوم کو لہو ولعب کے لولی پاپ دے

کر وقتی طور پر سلایا تو جا سکتا ہے مگر اس کے سینے سے مظلوم و مجبور اور بے بس مسلمان بھائیوں کے لیے دلی ہمدردی کے جذبات کو نہیں نکالا جا سکتا۔

سوچنے کا مقام ہے کہ اتنے بڑے پیمانے پر تباہی کیوں ہوئی ......؟ دہشت گردی کے خلاف نبرد آزما یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکا میں قطرینا، فیلا اور ریٹا جیسے ہلاکت خیز طوفانوں کے بعد دہشت گردی کے خلاف فرنٹ لائن اسٹیٹ کا کردار ادا کرنے والے ملک میں خوفناک زلزلہ' واقعات وحوادث کے اسباب کا رخ متعین کرتا ہے......قدرتی حوادث کی صورت میں تنبیہات تو کافی عرصے سے جاری تھیں ......خصوصاً موجودہ پرویزی روشن خیالی کے دور میں بلوچستان میں طویل خشک سالی، بدین میں سیلاب، ماہ اپریل، مئی میں ملک کے بالائی حصوں میں شدید بارشوں اور سیلابوں کا سلسلہ، ٹرینوں کا بدترین حادثہ...... یہ تمام حوادث ہمارے لیے خاص پیغام تھے......لیکن روشن خیالی سے چندھیائی ہوئی آنکھیں اِدھر نہ دیکھ سکیں اور بالآخر اس سوئی ہوئی قوم کو جگانے اور جھنجھوڑنے کے لیے تاریخ کا بدترین حادثہ رونما ہو کر ہی رہا۔

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ستر ماؤں سے زیادہ شفیق ہے...... ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ اس دنیا میں آنے والی آفتیں، بلائیں اور مصیبتیں ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں ......سوال یہ ہے کہ آخر وہ کون سی بدعہدی یا نافرمانی ہے جس نے رحمت کو زحمت میں، شفقت کو قہر میں اور التفات کو عتاب میں تبدیل کر دیا ہے؟

ذرا غور کیجئے ......! افغانوں کو تہ و بالا کرنے کے لیے فرعون وقت کو کندھا ہم نے دیا...... کشمیری شہداء سے غداری ہم نے کی ......اپنے ازلی دشمن بھارت کے ساتھ محبت کی پینگیں ہم نے بڑھائیں ......فلسطین میں ظلم و ستم اور تعذیب وعقوبت کے طویل دور سے نبرد آزما مسلمان بھائیوں کو فراموش کر کے اسرائیل کے ساتھ محبت کے تعلقات ہم نے قائم کیے......گوانتانا موبے کے سینکڑوں پنجرے ہم نے آباد کیے......عراق پر امریکی یلغار کو ٹھنڈے پیٹوں ہم نے ہضم کیا ...... یہ وطن جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، یہاں سے اسلام کو رخصت کرنے کا ہر ممکن حربہ ہم نے استعمال کیا...... سودی کاروبار کو سرکاری تحفظ فراہم کر کے عذابِ الٰہی کو دعوت ہم نے دی ......اسلامی معاشرت کو خیر باد کہہ کر ویسٹرن سولائزیشن کو ہم نے قبول کیا...... غیروں کی نقالی ہمارا وطیرہ بن گیا...... دین اسلام سے نہ صرف بغاوت اختیار کی بلکہ حکمران طبقہ مسلسل ہموطنوں کو اس بغاوت پر اکساتا رہا......اسلامی شعائر پردہ وحجاب اور داڑھی کا کھلم کھلا مذاق اڑایا گیا ......مجاہدین اسلام کو مطعون کیا گیا......علماء کرام کو تضحیک کا نشانہ بنایا گیا......دینی مدارس کو مسلسل ہراساں کیا گیا اور انہیں اپنا روایتی ڈھانچہ تبدیل کر کے سرکاری نصاب رائج کرنے پر مجبور کیا گیا۔ سرکاری اداروں کی جو صورتحال ہے وہ بھی قابل بیان نہیں......تعلیم سے لے کر صحت تک......تھانے سے لے کر عدالت تک......تجارت سے لے کر بینکوں تک' کہاں کہاں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قوانین کو نہیں توڑا جا رہا......انفرادی سطح پر ہماری اکثریت اللہ کے احکام کی باغی ہے......گھر گھر ٹی

وی اور کیبل کی صورت میں فحاشی وعریانی کا راج ہے...... جھوٹ، دھوکہ دہی، بلیک مارکیٹنگ، رشوت ستانی، فرائض سے غفلت ہمارے مزاج بلکہ کلچر کا حصہ بن چکے ہیں...... کیا یہ تمام اسباب عذاب الٰہی کو دعوت دینے والے نہیں؟ ہمارے جس قسم کے اعمال ہیں حق تو یہ کہ زمین پھٹ پڑے...... آسمان چاہے تو خون برسائے یا پتھر...... ہماری طرف سے تو کوئی کسر نہیں!

ابن ماجہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری امت جب پندرہ خصلتیں اختیار کر لے تو ان پر مصائب آئیں گے''۔ پوچھا گیا ''یا رسول اللہ! وہ خصلتیں کیا ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب غنیمت چند ہاتھوں میں رہ جائے...... امانت کو غنیمت سمجھ لیا جائے...... زکوٰۃ کو ٹیکس سمجھا جائے...... مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کی نافرمانی کرے...... دوست سے نیکی کرے اور باپ سے جفا کرے...... مسجد میں آوازیں بلند ہونے لگیں...... قوم کا سردار سب سے برا انسان ہو اور اس کے شر کے خوف سے اس کی عزت کی جائے...... شراب پی جانے لگے...... ریشم پہنا جائے...... گانے بجانے والیاں اور گانے کے آلات رکھے جائیں، اس امت کے بعد والے پہلے زمانے کے بزرگوں پر لعن طعن کریں...... تو اس وقت لال آندھی یا دھنسنے کے عذاب یا چہروں کے مسخ ہونے کا انتظار کرو''۔

ذرا غور کیجئے حدیث مبارکہ میں بتائی گئی علامات میں سے کون سی ہے جو ہمارے معاشرتی وجود میں نہ پائی جاتی ہو؟

صحیح ہے جس کیفیت میں سے ہم گزر رہے ہیں توبہ و استغفار اور رجوع اللہ کی اشد ضرورت ہے...... لیکن یہ بھی تو ضروری ہے کہ ہم اسبابِ عذاب کو یکسر چھوڑ کر اسبابِ مغفرت اختیار کریں...... اللہ تعالیٰ کی خفیہ و علانیہ نافرمانیوں کو ترک کر دیں...... ورنہ نری توبہ و استغفار کس کام کی؟

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
0641-462501
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان

پروفیسر خالد شبیر احمد *

حکمرانی اور اسلامی تعلیمات

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جس میں حکمرانی کے لیے واضح ہدایات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران میں امت مسلمہ کو دعوتِ الی الخیر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم دے کر اُن پر واضح کر دیا:

''ان لوگوں کی مانند نہ ہو جاؤ جو فرقوں میں بٹ گئے اور اپنے پاس کھلی ہوئی ہدایت آنے کے بعد بھی اختلافات میں پڑ گئے۔ ان سب کے لیے بڑا عذاب ہے۔''

ان آیات کی حکمت بھی یہی ہے کہ جن لوگوں نے حکمرانی کے ذریعے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینا ہے۔ اُن کے درمیان اتفاق واتحاد کا ہونا ضروری اور لازمی امر ہے۔ اگر وہ آپس میں متفق ومتحد ہوں گے تو فریضہ حکمرانی کامیابی کے ساتھ سرانجام دیں گے اور اگر آپس میں متفق نہیں ہوں گے تو پھر اپنے فرائض حکمرانی کو بھی بہ احسن سرانجام نہیں دے سکیں گے۔

ویسے بھی اقتدار، حکومت ایک ایسی چیز ہے۔ جس کے لیے اتحاد واتفاق کا ہونا ضروری ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اسی اصول کی کارفرمائی مشاہدے میں آئی ہے کہ حکمرانی اُن کے لیے ہے' جن کے درمیان اتحاد واتفاق ہوگا۔ جس قوم کے افراد میں انتشار ونفاق ہوگا' دراصل وہ حکمرانی کے قابل ہی نہیں رہی۔ بلکہ اُس قوم کو کسی دوسری منظّم قوم کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور اُن کی قسمت میں آزادی نہیں بلکہ غلامی لکھ دی جاتی ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا جو حکم دیا ہے۔ اس کی تکمیل اسی وقت ہوسکتی ہے جب کہ امر بالمعروف کے فرض کو پورا کرنے والے ظالموں اور حد سے بڑھنے والوں کے خلاف اپنے اس فریضے کی انجام دہی کی قدرت رکھتے ہوں اور یہ قدرت اُس وقت ہی حاصل ہوسکتی ہے جب دین والوں اور حق پر ثابت قدم رہنے والوں کے درمیان الفت اور محبت ہو' اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو اختلاف اور پھوٹ کے خلاف متنبہ کر دیا تاکہ اس کی وجہ سے وہ امر بالمعروف کے فرض سے عاجز نہ ہو جائیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ حکمرانی کے لیے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پہلا کام امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے اور یہ کام اُس وقت تک کامیابی کے ساتھ سرانجام نہیں دیا جاسکتا' جب تک کہ آپس میں مکمل اتحاد، اتفاق، یکجہتی، محبت والفت نہیں ہوتی۔ گویا دینی نکتہ نظر میں حکمرانی کے لیے پہلی تلقین اتحاد واتفاق ہے۔

---

* سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

امر بالمعروف صرف دینی فریضہ نہیں بلکہ سیاسی ذمہ داری بھی ہے۔ اسلام میں دین اور سیاست جدا جدا نہیں ہیں۔ بلکہ اسلامی سیاست دین کے تابع ہے اور اگر سیاست کو دین سے جدا کر دیا جائے تو اُس کا نتیجہ اس وقت ہم اپنی آنکھوں سے پاکستان کے اندر دیکھ رہے ہیں۔ شاید اسی لیے علامہ اقبالؒ نے کہا تھا:

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

علمائے دین اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ امر بالمعروف دعوت بھی ہے، تبلیغ بھی ہے اور سیاست بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اقتدار عطا کرنے سے پہلے فرمایا:

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے۔ سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔'' (سورۃ حج: ۴۰)

اللہ تعالیٰ نے اس امت کے سب سے اونچے طبقے کے لیے یہ ارشاد فرمادیا ہے کہ وہ زمین پر اقتدار حاصل کرنے کے بعد معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے۔ جس دعوت حق کو لے کر وہ اٹھے ہیں' عملاً اسے نافذ کریں گے اور جن نظریات وعقائد پر اُن کا ایمان ہے اُسے انسانوں کے درمیان نافذ کریں گے۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنی معروف کتاب ازالۃ الخفاء جلد ا ص ۳۳ پر تحریر کرتے ہیں کہ اسلامی حکمرانی میں حکمران لازماً:

''نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ سارے ارکانِ اسلام کو قائم کریں گے۔ معروف کا حکم دیں گے، اس میں علوم دین کا زندہ کرنا' بھی شامل ہے۔ منکر سے منع کریں گے۔ اس میں کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان سے جزیہ لینا بھی شامل ہے۔ کیونکہ کفر سے بڑا منکر کوئی نہیں اور اہل کفر کو منع کرنے کی سب سے آخری شکل یہ ہے کہ انہیں قتل کیا جائے اور ان سے جزیہ لیا جائے پھر اس نہی عن المنکر میں نافرمان مسلمانوں پہ حدود قائم کرنا اور تعزیرات کا جاری کرنا بھی شامل ہے۔''

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تکمیل شرعی سزاؤں کے نفاذ کے بغیر نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ اقتدارِ حکومت کے ذریعے ان کاموں کو بھی روک دیتا ہے جو قرآن کے ذریعے نہیں رُکا کرتے۔ حدود قائم کرنا' حکام پر واجب ہے اور یہ چیز حاصل ہوتی ہے واجبات کو چھوڑنے اور محرمات کے ارتکاب کرنے سے۔''

اس ساری بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا قرآنی حکم صاحبِ اقتدار لوگوں سے پوری شریعت اسلامیہ کا نفاذ چاہتا ہے، اسلامی حکومت اور اسلامی ریاست میں حکمران خود اللہ تعالیٰ کے مطیع وفرمانبردار

ہوتے ہیں۔ان کی کسی حرکت اور کسی عمل سے خودسری اور اللہ سے بغاوت کا مظاہرہ نہیں ہوتا' تب جا کر وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ لوگوں سے احکامات کی تکمیل کرائیں۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ اوپر دی گئی تشریحات سے دینِ اسلام کے چند بنیادی تقاضوں کی طرف ہی اشارہ کیا گیا ہے۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسلامی ریاست کے لیے صرف ان ہی چند باتوں کے لیے پابندی لازمی اور ضروری ہے بلکہ اسلامی حکمرانی پورے دین اسلام کی اطاعت اور دین اسلام کی خدمت کے لیے لوگوں کو پابند کرنے کی ذمہ دار ہے۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر تو اسلامی حکمرانی کا ایک خصوصی وصف اور اس کی پہچان ہے جس سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ یہاں پر اسلامی حکومت ہے یا نہیں ہے۔لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اپنے اندر ایک بڑی وسعت رکھتا ہے۔معروف میں ہر وہ عمل اور عقیدہ شامل ہے جس کی شریعت نے تعلیم دی ہے اور منکر میں ایسے تمام عقائد، نظریات، اعمال شامل ہو جاتے ہیں جن کا شریعت یعنی دین محمدی سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

علامہ محمد خطیب التوفی ۹۷۷ھ نے اسلامی ریاست کے حکمرانوں کے اس وصف کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

''وہ معروف کا حکم دیں گے یعنی ان چیزوں کا حکم دیں گے جن کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے اور منکر سے منع کریں گے یعنی جن چیزوں سے آنحضرت ﷺ نے اور ان کے اللہ نے منع فرمادیا ہے۔''

بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلامی حکمرانی میں امتیازی شان یہی ہے کہ حکمران اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے بلکہ جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی تعمیل ہی ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کو بلا کم و کاست نافذ کرتے ہیں اور ان کا پورا نظام اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تابع ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ابن عربی مالکیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''امر بالمروف ونہی عن المنکر دین کی بنیاد اور مسلمانوں کی خلافت کی اساس ہے''(احکام القرآن جلد ا ص ۲۹۲)

امام ابن تیمیہؒ نے اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''جب پورا دین اور تمام حکومتی مناصب دراصل امر اور نہی سے عبارت ہیں تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ امر جسے دے کر اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے۔امر بالمعروف ہے اور وہ نہی جسے دے کر اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے وہ نہی عن المنکر ہے' اور یہی امر بالمعروف ونہی عن المنکر نبی اور اہل ایمان کا وصف ہے''(الحسبۃ فی الاسلام ص ۳۷)

اسلامی ریاست میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اصل ذمہ داری حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے۔کہ وہ ریاست کے اندر معروفات کو قائم کریں اور منکرات کو مٹائیں اگر وہ اس کام کو چھوڑ دیں تو اسلامی ریاست اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔اس لیے حکمرانوں کے لیے یہ واجب ہے، وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل کریں۔صرف واجب ہی نہیں بلکہ سب سے بڑھ کر واجب ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اصل طاقت ان کے ہاتھ میں ہی ہوتی ہے اور

طاقت ہی وہ ذریعہ ہے جو عملی میدان میں بروئے کار لایا جاسکتا ہے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو عملی صورت دی جاسکتی ہے۔ اگر کوئی حکمران ایسا نہیں کرتا تو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں وہ بڑا گنہگار رہے۔ وہ اللہ کے سامنے جواب دہ ہے کہ تمہیں اقتدار دیا گیا۔ لیکن تم نے اس اقتدار سے میری اطاعت کروانے اور کرنے سے کام نہیں لیا، بلکہ اپنی خواہشات کی تکمیل، نمود ونمائش کروفر میں پوری مدتِ اقتدار کو ضائع کر دیا۔ جبکہ تم اس بات کے ہرگز مجاز نہیں تھے۔

یہ مسئلہ خاص طور پر پاکستان کے حوالے سے اور زیادہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اس ملک کو ایک نظریاتی ملک کہا جاتا ہے۔ جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ جس کے آئین میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اعلان موجود ہے۔ جس کے آئین میں اسلامی مساوات کی شق موجود ہے۔ جس کا آئین اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیتا ہے جس کے آئین میں قادیانی غیر مسلم قرار دیئے جاچکے ہیں۔ اس ملک میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل کہاں تک ہونا چاہیے تھا اور کہاں تک ہورہا ہے؟ اس پر سوچنے کی اس وقت اشد ضرورت ہے۔ اور دوسری بات جس کی اشد ضرورت ہے وہ دین کے نام پر کام کرنے والی طاقتوں کا آپس میں اتفاق واتحاد ہے۔ جس کے بغیر اس ملک میں دین کے حوالے سے کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیا جاسکتا:

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

ماہانہ مجلس ذکر واصلاحی بیان

24 نومبر 2005ء
جمعرات بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

محمد متین خالد

صدی کا سب سے بڑا جھوٹ

جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ہر مذہب میں جھوٹ کو سب سے زیادہ قابل نفرت سمجھا جاتا ہے لیکن قادیانیت ایک ایسا مذہب ہے جس کا خمیر ہی جھوٹ سے اٹھا ہے۔ قادیانیت اور جھوٹ لازم وملزوم بلکہ شیر وشکر ہیں۔ گوئبلز نے کہا تھا: اتنا جھوٹ بولو کہ اس پر سچ کا گمان ہونے لگے۔ بالکل یہی فلسفہ قادیانیت نے اپنایا۔ جس طرح مکھیاں پھوڑے پر بیٹھ بیٹھ کر اسے ناسور بنا دیتی ہیں' اسی طرح قادیانیوں نے اپنے مذہب کے بارے میں جھوٹ بول بول کر اسے ناسور بنا دیا ہے۔ بے شمار جھوٹوں میں سے ایک جھوٹ قادیانی جماعت کا یہ دعویٰ ہے کہ ہر سال لاکھوں بلکہ کروڑوں نئے لوگ قادیانی جماعت میں داخل ہو رہے ہیں۔

قادیانی جماعت اپنی تعداد کے بارے میں ہمیشہ عمداً مبالغہ آرائی سے کام لیتی رہی ہے۔ میرے نزدیک یہ احساس کمتری کی علامت ہے۔ پاکستان یا کسی اور ملک میں جب بھی قومی مردم شماری ہوتی ہے تو قادیانی جماعت کے ارکان فارم پر خود کو قادیانی یا احمدی لکھوانے سے کتراتے ہیں' جس سے ان کی اصل تعداد کا تعین مشکل ہوتا ہے۔ مردم شماری کے وقت قادیانی اگر اپنا تعلق جماعت سے ظاہر کریں تو ان کی اصل تعداد باقاعدہ ریکارڈ پر آ جائے جس سے انہیں اپنے قانونی، آئینی اور معاشی حقوق حاصل کرنے میں سہولت ہو۔ اس طرح ان لوگوں کا اعتراض (جو حقیقت پر مبنی ہے) بھی خود بخود ختم ہو جائے گا جو یہ کہتے ہیں کہ قادیانی اپنی عددی حیثیت سے کہیں بڑھ کر پاکستان کے تمام شعبہ جات میں بہت زیادہ سرکاری وغیر سرکاری وسائل اور مناصب پر قابض ہیں' جس سے مسلمانوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔

۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی کی وفات کے وقت برطانیہ کے فارن آفس کے مطابق قادیانیوں کی تعداد ۱۹ ہزار تھی۔ پھر ۱۹۲۱ء کی مردم شماری میں یہ تعداد ۳۰ ہزار ہو گئی اور ۳۱-۱۹۳۰ء کی مردم شماری میں قادیانیوں کی کل تعداد ۵۶ ہزار تھی۔ یہ تعداد قادیانی خلیفہ مرزا محمود نے روزنامہ ''الفضل'' قادیان کی اشاعت ۵/اگست ۱۹۳۴ء میں تسلیم کی ہے۔ ۱۹۵۴ء میں جسٹس منیر اپنی انکوائری رپورٹ میں قادیانیوں کی تعداد ۲ لاکھ بتاتے ہیں۔ جبکہ ۱۹۸۱ء کی آخری مردم شماری کے مطابق پاکستان میں قادیانیوں کی تعداد ایک لاکھ تین ہزار ہے۔ قادیانی جماعت کے چوتھے خلیفہ مرزا طاہر کے دور میں قادیانیت میں داخل ہونے والوں کی تعداد کا اعلان اس قدر مبالغہ آمیز ہے کہ خدا کی پناہ! قادیانی جماعت کا دعویٰ ہے کہ ۱۹۹۳ء میں ۲ لاکھ ۴ ہزار ے سو آٹھ نئے افراد جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے۔ ۱۹۹۴ء میں ۴ لاکھ ۲۱ ہزار ے سو ۵۳ افراد۔ ۱۹۹۵ء میں

۸ لاکھ ۷۴ ہزار ے سو پچیس افراد۔ ۲۰۰۱ء میں ۸ کروڑ ۱۰ لاکھ ۶ ہزار سات سو اکیس افراد۔ ۲۰۰۲ء میں ۲ کروڑ ۶ لاکھ ۵۴ ہزار افراد۔ ۲۰۰۳ء میں (زبردست کم ہوکر) ۸ لاکھ ۹۲ ہزار ۴ سو تین۔ ۲۰۰۴ء میں ۳ لاکھ ۴ ہزار ۹ سو دس۔ جبکہ ۲۰۰۵ء میں ۲ لاکھ ۹ ہزار ے سو ننانوے نئے افراد قادیانی جماعت میں شامل ہوئے۔ اس طرح گزشتہ ۱۳ سالوں میں ۱۶ کروڑ ۶۲ لاکھ ۸۲ ہزار ۷ سو ستر ہ نئے افراد قادیانی جماعت میں داخل ہوئے۔ (روزنامہ ''الفضل'' ربوہ۔ ۳ راگست ۲۰۰۵ء۔ صفحہ اوّل)

قادیانی جماعت کے ذمہ داران اگر جماعت کی تعداد کے حوالے سے اسی طرح غلو سے کام لیتے رہے تو یہ تعداد آئندہ چند سالوں میں شاید دنیا کی اصل تعداد سے بڑھ جائے۔ قادیانی جماعت کا اپنی تعداد کے حوالے سے مبالغہ آرائی سے کام لینے کا مقصد صرف اور صرف اپنے پیروکاروں کو جھوٹی تسلیاں دینا اور سبز باغ دکھانا ہے تاکہ وہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہیں کہ قادیانی جماعت روز بروز پھیل رہی ہے جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ میں پورے دعویٰ اور وثوق سے کہتا ہوں کہ قادیانی جماعت ہر سال اپنی تعداد کے حوالہ سے جھوٹ بولتی ہے اور اس سلسلہ میں ان کے پاس کوئی ریکارڈ یا ثبوت نہیں ہے بلکہ جماعت احمدیہ کے پاس ایک ایک قادیانی جماعت کا مکمل ریکارڈ موجود ہوتا ہے۔

قادیانی جماعت کا اپنی آبادی میں اضافہ کا اعلان اس عہد کا بدترین جھوٹ ہے۔ ہر جلسہ سالانہ (انگلینڈ) کے موقع پر بغیر تحقیق اور غور و فکر کے ستائشی نعروں کی گونج میں کروڑوں کی تعداد کا اعلان کر کے آخر کس کو بے وقوف بنایا جا رہا ہے؟ مبالغے اور جھوٹ کی کوئی حد ہوتی ہے۔

مرزا قادیانی نے بھی لکھا تھا: ''میں نے انگریز کی حمایت اور جہاد کی ممانعت میں اتنا لکھا کہ ان کتابوں سے پچاس الماریاں بھر جائیں۔'' (تریاق القلوب۔ ص ۲۷، ۲۸ مندرجہ روحانی خزائن ج ۱۵ ص ۱۵۶، ۱۵۵' از مرزا قادیانی) یا پھر لکھا: ''میرے نشانوں کی تعداد دس لاکھ ہے۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۷۲ مندرجہ روحانی خزائن ج ۲۱ ص ۷۲' از مرزا قادیانی) یہ مبالغہ گوئی کی انتہا ہے۔ قادیانی جماعت کے ذمہ داران نے بھی شائد یہی راستہ اختیار کرلیا ہے۔ خود مرزا قادیانی نے کہا تھا: ''جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔'' (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۰ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۷ ص ۵۶' از مرزا قادیانی) ''غلط بیانی اور بہتان طرازی راست بازوں کا کام نہیں بلکہ نہایت شریر اور بدذات آدمیوں کا کام ہے۔'' (آریہ دھرم ص ۱۳ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۰ ص ۱۳' از مرزا قادیانی) ''جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہوجائے تو پھر دوسری باتوں میں اس پر اعتبار نہیں رہتا۔'' (چشمہ معرفت ص ۲۲۲ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۲۳ ص ۲۳۱' از مرزا قادیانی)

ہر سال سالانہ جلسہ لندن کے موقع پر اپنے اخبارات و جرائد، اپنے ٹی وی چینل یا انٹرنیٹ ویب سائٹ پر ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت قادیانی جماعت میں نئے داخل ہونے والے افراد کی مبالغہ آمیز فرضی تعداد درج کر دینا

دراصل حقائق سے آنکھیں چرانے کے مترادف ہے۔اس کے لیے ثبوت درکار ہیں کہ کس ملک کے، کس شہر کے، کس علاقہ کے، کون سے لوگ، کس بنا پر احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔ کروڑوں کی تعداد میں شامل ہونے والوں میں سے کسی ایک نے بھی اپنا انٹرویو، حالات، تاثرات یا کوئی پیغام کیوں نہیں دیا؟ آخر کیوں؟ بقول قادیانی جماعت ۲۰۰۱ء میں ۸ کروڑ ۱۰ لاکھ ۶ ہزار ۷ سو اکیس نئے افراد ''احمدیت'' میں داخل ہوئے ہیں۔ اس سال تو قادیانی جماعت کو پوری دنیا میں عظیم الشان جشن منانا چاہیے تھا اور مرزا قادیانی کی ''پیش گوئیوں'' میں سے کوئی پیش گوئی تلاش کر کے اس اہم واقعہ پر چسپاں کرنی چاہیے تھی۔ مشاہدہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت میں اگر ایک بھی نیا شخص داخل ہو جائے تو ان کے اخبارات ورسائل، ٹی وی چینل اور ویب سائٹ وغیرہ آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں لیکن یہاں کروڑوں کی تعداد میں نئے داخل ہونے والوں کی کسی کو خبر ہی نہیں۔ مکمل سکوت اور خاموشی ہے۔ آخر کیوں؟ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان سمیت پوری دنیا میں قادیانی جماعت کی بڑھتی ہوئی تعداد کو تقریباً روکا جا چکا ہے۔

قادیانی عقائد کی اصل حقیقت واضح ہو جانے کے بعد پوری دنیا میں قادیانی جماعت کے سرکردہ عہدیداران اور عام قادیانی اپنے اپنے اہل خانہ اور دوستوں سمیت دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں صرف جرمنی کی مثال کافی ہے، جہاں حق کے متلاشی کئی نامی گرامی صاحبان فہم وفراست، قادیانیت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ کر اسلام کی آغوش میں آ گئے ہیں اور اب بھرپور جذبے اور ولولے کے ساتھ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے شب و روز محنت کر رہے ہیں۔ ان خوش نصیبوں میں جناب شیخ راحیل احمد، جناب افتخار احمد، جناب محمد مالک، جناب مظفر احمد مظفر، جناب انور کریم قریشی، جناب منیر احمد شاہ، جناب سید ظہیر شاہ، جناب سید شہزاد عابد، جناب وحید احمد وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت نصیب فرمائے۔ (آمین)

مکتوب لندن

محمد سہیل باوا

قادیانی حلقوں میں نااہل قیادت سے مایوسی

یورپ میں مسلمانوں کے درمیان قادیانی عناصر سازشوں میں سرگرم ہوگئے

لندن میں قادیانی جماعت کا بین الاقوامی ہیڈ کوارٹر ہے اور عالم اسلام میں انتشار پھیلانے کے لیے قادیانی منصوبہ بندی یہیں ہوتی ہے اور اس پر عمل درآمد کی نگرانی بھی یہیں سے ہوتی ہے۔ قادیانیوں کے بااثر رہنما موجودہ قیادت کی دورہ امریکہ اور دورہ یورپ کی ناکامیوں سے توجہ ہٹانے کے لیے دوسرے قادیانیوں کا مورال بلند کرنے کے لیے مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانے اور قادیانیت چھوڑ کر اسلام کی طرف آنے والوں کو بددل کرنے کے لیے اپنے ایجنٹوں اور مختلف حربوں کے ساتھ سرگرم ہوگئے ہیں۔ دورہ کی ناکامی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ جس وقت مرزا مسرور ڈنمارک کے دورہ پر تھے تو وہاں کے ایک مشہور اخبار ''میٹرو ایکسپریس'' نے ۸؍ستمبر ۲۰۰۵ء کی اشاعت میں مرزا مسرور کی تصویر اور اس کی چھوٹی سی خبر ہم جنس پرستوں کے برابر لگائی اور سرخی جمائی کہ ہم جنس پرستی کی وجہ سے ایڈز کا مرض بڑھ گیا ہے اور پہلی نظر میں مرزا مسرور اس خبر کے مخاطب معلوم ہوتے ہیں۔ دوسری طرف مسلمانانِ ڈنمارک نے مرزا مسرور کو خطاب اور سوال وجواب کی محفل کی دعوت دے کر قادیانیوں کے مسلم مخالف پروپیگنڈے کے غبارے سے ہوا نکال دی اور اس طرح مرزا مسرور کو پریس سے اپنی میٹنگز منسوخ کرنی پڑیں۔ ڈنمارک میں قادیانیوں نے ختم نبوت کی مسجد اپنی سازشوں سے بند کروادی ہے اور امام مسجد اور ایک مقبول سوشل رہنما کے درمیان مقدمہ بازی شروع ہوگئی ہے۔

جرمنی میں کولون کا رہائشی ایک شخص جس کو ۶، ۷ سال قبل قادیانی جماعت نے اپنی تنظیم سے نکال دیا تھا اور اس وقت اس نے جماعت سے نکالے جانے کے ۳، ۴ ماہ بعد قادیانیوں کی مار سے بچنے کے لیے ختم نبوت کے دفتر میں اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اس سے قادیانیوں نے اندرونی طور پر رابطہ کرلیا ہے اور قادیانی اس کو قادیانیت چھوڑ کر اسلام میں آنے والوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے، ان کے لیے بے یقینی کی فضا پیدا کرنے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لیے استعمال کررہے ہیں۔ اس مقصد کے لیے قادیانیوں نے ایک سال قبل اس سے رابطہ کیا اور اس رابطہ کا ذریعہ اس کے قادیانی بھائی بہن بنے۔ اگست ۲۰۰۵ء میں بھی قادیانیوں کے لیڈروں سے خفیہ ملاقات ایک قادیانی کی مٹھائی کی دکان اور ہوٹل ......سویٹ ہاؤس، ٹوٹنگ لندن میں ہوئی اور آخری ملاقات میں ایک سابق قادیانی جو کینیڈا سے ایک ویب سائٹ بھی چلا رہا ہے، جس کو جماعت نے بدمعاملگی اور خیانت کا الزام لگا کر جماعت سے نکالا تھا اور جو اب نظریاتی طور پر دہریہ ہے، بھی شامل ہوا، اس کے بعد کولون میں مقیم (بظاہر) مسلم سابق قادیانی نے اپنے تعلقات استعمال کرتے ہوئے بلجیم میں ختم نبوت کی مسجد میں اور جرمنی میں ''منہاج القرآن'' کے فرینکفرٹ اور اپنی پیٹال والے سنٹروں میں بطور مسلم کے خطابات کروائے

تاکہ مسلمانوں میں اعتماد حاصل کیا جاسکے۔اسی طرح لندن میں بھی کچھ ایسے لوگ تیار کیے گئے ہیں۔بلجیم میں بھی مسلم حلقوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے ایک سابق قادیانی کو تیار کیا گیا ہے۔اسی طرح مشہور سابق قادیانی اوراب مجاہدِ اسلام شیخ راحیل احمد کے اپنے مضامین اور ویب سائٹ www.ahmadi-truth.com کے تابڑ توڑ حملوں اور ختم نبوت کے کام کو یورپ میں متحرک کرنے کی کوششوں سے قادیانی جماعت بوکھلا اٹھی ہے اوران کے خلاف سابق قادیانیوں کو استعمال کرتے ہوئے سازشوں کے جال پھیلا رہی ہے۔اس کے علاوہ اس وقت مرزا مسرور کے پرائیویٹ سیکرٹری منیر جاوید اور مشہور عالم مربی عطاء المجیب راشد کے درمیان اندرونی طور پر رسہ کشی چل رہی ہے اور دوسری طرف پریس سیکرٹری اور مرزا مسرور کے حفاظتی عملہ کے سربراہ کے درمیان بھی رسہ کشی ہے اور وکے کا امیر تھالی کے بینگن کی طرح کبھی ایک پلڑے میں وزن ڈال دیتا ہے، کبھی دوسرے میں لیکن فی الحال برتری افریقہ سے آئے ہوئے پاکستانی گروپ کے ہاتھ میں ہے۔ان حالات میں بھی قادیانی جماعت مسلمانوں کے درمیان اپنے سرپرستوں کے ساتھ مل کر سازشیں کر رہی ہے اور مسلم امہ کے لیڈر رواداری کے نام پر ان سازشوں سے صرف نظر کیے بیٹھے ہیں۔

القاسم اکیڈمی کی ایک نئی اور تاریخی پیشکش

تَذْکِرَۃُ الْمُصَنِّفِیْن

المعروف بہ تَرَاجِمُ الْعُلَمَاءِ

تالیف: حضرت مولانا مفتی ابو قاسم محمد عثمان القاسمی فاضل دیوبند

بہ اہتمام ونگرانی: حضرت مولانا محمد امداد اللہ قاسمی

علمائے صرف، نحو، بلاغت، کلام، فقہ، اصولِ فقہ، علم الفرائض، ناظرہ، منطق فلسفہ، ہندسہ، حساب، ہیئت، الجبراء، ادبِ عربی، تاریخ اور ادبِ فارسی کے علماء، مصنفین کا مفصل تذکرہ وتعارف......

القاسم اکیڈمی ● جامعہ ابوہریرہ خالق آباد ● ضلع نوشہرہ ● سرحد۔پاکستان

مولانا محمد مغیرہ
خطیب مسجد احرار، چناب نگر

(دوسری وآخری قسط)

التحقیق المزید علیٰ تنقید غیر مفید

اس مضمون کی پہلی قسط ستمبر ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی۔

قارئین محترم! مولانا نظامی مدظلہ کو میرے تبصرہ سے جو دوسری بات ناپسند ہے وہ یہ ہے کہ میں نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں اس آیت کے تحت یوں لکھا ہے کہ سماع موتی سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں یہ مسئلہ اپنی جگہ مستقل ہے کہ مردے زندہ کا کلام سنتے ہیں یا نہیں۔

مفتی محمد شفیع صاحب کی تفسیر معارف القرآن سے اس بات کو پیش کرنے پر مولانا نظامی بہت رنجیدہ ہیں اور میرے اس حوالہ کو بطور دلیل کے پیش کرنے کو رد کرنے کے لیے ایک لمبی چوڑی تمہید باندھی ہے اور تفسیر قرآن کی اقسام و درجات بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''تیسرے نمبر پر تفسیر القرآن باقوال الصحابہ کا درجہ ہے یعنی قرآن مجید کی تفسیر کا تیسرا ماخذ صحابہ کرام کے اقوال ہیں یعنی احسن آیتوں کی تفسیر قرآن مجید یا احادیث رسول ﷺ سے معلوم نہ ہوگی ان میں سب سے زیادہ اہمیت صحابہ کرام کے اقوال کو ہوگی'' (نغمہ توحید۔ بابت ماہ اکتوبر، نومبر ۲۰۰۳۔ ص ۲۹) اور پھر صحابہ کرام کی تفسیر کا مقام بیان کرتے ہوئے امام سیوطی کا فرمان تفسیر الصحابی مرفوع اور امام ابن قیم کا فرمان تفسیر الصحابی حجۃ لائے ہیں۔

نیز لکھتے ہیں چوتھے نمبر پر تفسیر القرآن باقوال التابعین کا درجہ ہے۔ یعنی صحابہ کے بعد تفسیر میں تابعین عظام کا نمبر آتا ہے یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے قرآن مجید کی تفسیر صحابہ کرام سے حاصل کی ہے اس لیے ان حضرات کے اقوال بھی اس سلسلہ میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں چنانچہ علامہ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں: ''**اذالم تجد التفسیر فی القرآن ولا فی السنة ولا وجد ته عن الصحابة فقد رجع کثیر من الائمة فی ذالک الی اقوال التابعین۔**''

(ترجمہ) جب تجھے کسی آیت کی تفسیر قرآن مجید، سنت رسول ﷺ اور اقوال صحابہ میں نہ ملے تو ایسے موقع پر بہت سے ائمہ دین نے اقوال تابعین کی طرف رجوع فرمایا ہے۔ (نغمہ توحید۔ بابت ماہ اکتوبر، نومبر ۲۰۰۳۔ ص ۳۰)

اور پھر مولانا نظامی مدظلہ نے چار حوالے پیش کئے ہیں ایک حوالہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب جس کو مسند احمد نے ذکر کیا جبکہ دوسرا، تیسرا اور چوتھا حوالہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب جس کو بخاری شریف، مسلم شریف اور مسند حمیدی نے محفوظ کیا ہے۔ چاروں حوالہ جات اور دونوں شخصیات کے فرمان کے الفاظ و مفہوم ایک جیسا ہے جس کے ذکر سے مولانا نظامی مدظلہ یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا معارف القرآن میں یہ کہنا کہ اس آیت کا تعلق مسئلہ سماع موتی سے نہیں ہے۔ بالکل غلط ہے اور میرا اس کو بطور دلیل کے پیش کرنا بھی غلط ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

حوالہ نمبر۳ جب سیدہ عائشہؓ کے سامنے قلیب بدر والی روایت بیان کی گئی تو حضرت عائشہ نے فرمایا: **انما قال**

انهم الآن لیعلمون ان ما کنت اقول لهم حق ثم قرأت انک لا تسمع الموتیٰ وما انت بمسمع من فی القبور . بخاری جلد۲ص ۵۶۷

حاصل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سرکار دو جہاں امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو باتیں میں ان کو دنیا میں کہتا تھا (مثلاً کفر وشرک نہ چھوڑا تو دنیا وآخرت کی ذلت ہوگی' مرنے کے بعد عذاب ہوگا وغیرہ وغیرہ) اب ان کو معلوم ہورہا ہے جو کچھ میں کہتا تھا واقعی حق ہے پھر اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے قرآن مجید کی دو آیتیں تلاوت فرمائی ہیں مطلب یہ کہ قرآن مجید میں ہے کہ اے پیارے پیغمبر آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے تو پھر حضور ﷺ قرآن مجید کے خلاف کیسے کر سکتے ہیں یا کہہ سکتے ہیں۔اس وقت صرف اور صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اگر آیت **انک لا تسمع الموتیٰ** اور **وما انت بمسمع من فی القبور** کا تعلق اس مسئلہ عدم سماع موتی سے نہیں ہے تو حضرت عائشہؓ نے اس موقع پر یہ آیت کیوں پڑھی؟ (نغمہ توحید۔ بابت ماہ اکتوبر،نومبر۲۰۰۳ء ص ۳۳)

پھر ایک جگہ لکھتے ہیں:اس روایت کی مزید علمی بحث میں پڑے بغیر اس وقت یہ عرض کرنا ہے کہ اگر آیت **انک لا تسمع الموتیٰ** اور **ومانت بمسمع من فی القبور** کا تعلق اس مسئلہ عدم سماع موتی سے نہیں ہے تو حضرت عائشہؓ نے اس موقع پر یہ آیت کیوں پڑھی؟ کیا حضرت عائشہؓ میں قرآن فہمی یہی تھی کہ جس آیت کا کسی مسئلہ سے تعلق ہی نہیں' وہ اس آیت کو اس مسئلہ سے متعلق سمجھ کر پڑھتی تھیں؟ کیا حضرت عائشہؓ اتنا عرصہ آپ ﷺ کی خدمت وصحبت میں رہیں مگر (العیاذ باللہ) قرآن مجید کے بارے میں انہیں اتنا بھی معلوم نہیں تھا کہ اس آیت کا تعلق اس مسئلہ سے ہے یا نہیں؟ کیا حضرت عائشہؓ کی زندگی میں کسی اور صحابی رسول نے حضرت عائشہؓ سے کہا ہے کہ تو نے غزوہ بدر کے موقع پر **انک لاتسمع الموتیٰ** بے موقع اور بے محل پڑھی تھی کیونکہ مسئلہ سماع موتی سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں؟ (حوالہ مذکور)

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ پھر تسلیم کرلیا جائے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا لکھنا غلط آپ کا اس کو دلیل میں پیش کرنا غلط۔ (نغمہ توحید۔اکتوبر،نومبر ۲۰۰۳ء۔ص۳۲)

قارئین محترم! مولانا نظامی مدظلہ کی مذکورہ گفتگو اور تحریر بڑی پر اثر اور بڑی حیرت زدہ بلکہ سحر زدہ ہے کہ اس تحریر کو پڑھنے کے بعد قاری یقین کر بیٹھے کہ مولانا نظامی کا فرمان بالکل صحیح اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کا فرمان کہ اس آیت کا تعلق مسئلہ سماع موتی سے ہے ہی نہیں' غلط ہے۔ہم بھی مولانا نظامی کے سحر میں آ گئے مگر آپ جانتے ہیں کہ سحر' سحر ہی ہوتا ہے' حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔اگر پتا چل جائے کہ یہ سحر ہے تو اس کو معوذتین اور آیت الکرسی سے بھگایا جاسکتا ہے۔ہم کچھ وقت سحر میں رہے اور اتفاقاً کچھ دنوں بعد یہ خیال آیا کہ یہ حدیث صرف مولانا نظامی مدظلہ کے سامنے ہی نہیں آئی بلکہ یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے اب تک برابر سفر کرتی ہمارے پاس پہنچی ہے۔چودہ صدیوں میں آخر کوئی تو محدث ہوگا جس نے اس حدیث کی شرح کی ہوگی اور اس پر کچھ کلام فرمایا ہوگا تو ہم صحیح بخاری کے مشہور شارح امام ابن حجر کے قدموں میں پہنچے تو امام حجر اپنی کتاب فتح الباری (شرح بخاری) جلد۳،ص۱۸۱ میں قلیب بدر والی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو ذکر کر کے کچھ اس طرح فرمار ہے تھے:

ثالثها حديث عائشة قالت انما قال النبي ﷺ انهم ليعلمون الآن ان ما كنت اقول لهم حق وهٰذا مصير من عائشة الى رد رواية ابن عمر المذكورة وقدخالفها الجمهور فى ذالک وقبلوا حديث ابن عمر لموافقة من رواه غيره عليه اما استدلالها بقوله تعالىٰ انک لاتسمع الموتىٰ فقالوا معنا هالا تسمعهم سماعاً فينفعهم او لا تسمعهم الاان يشاء الله .

ترجمہ: تیسری بحث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا' وہ لوگ جانتے ہیں کہ میں جو کچھ انہیں کہہ رہا ہوں' حق ہے ۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ابن عمر کی مذکورہ روایت کا جواب ہے اور جمہور نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس بحث میں مخالفت کی ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو دیگر راویوں کی تائید کی وجہ سے قبول کیا ہے۔ باقی رہا حضرت عائشہؓ کا اللہ تعالیٰ کے فرمان **انک لاتسمع الموتیٰ** سے استدلال تو جمہور نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ آپ ان کو اس طرح نہیں سنا سکتے' جو ان کے لیے فائدہ مند ہو یا آپ ان کو نہیں سنا سکتے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔

قارئین محترم! امام ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ کی اس بات کو ذکر کرنے سے مولانا نظامی مدظلہ کا سحر ٹوٹ گیا۔ ابن حجر کے فرمان سے باتیں واضح ہوئیں:

(۱) کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عبداللہ ابن عمر کی اس مسئلہ میں دو مختلف رائے ہیں اور دونوں سے ہی مختلف الفاظ میں روایتیں ہیں۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ''**یسمعون**'' ہے جبکہ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ''**یسمعون**'' کی بجائے ''**یعلمون**'' ہے تو ابن حجر کے محاکمہ میں یہ بات واضح ہوتی کہ اس میں جمہور نے سیدہ عائشہؓ سے اختلاف کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کو قبول کیا ہے کیونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کی تائید میں دوسرے صحابہ کی روایات بھی ہیں۔ نیز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اس پر (دلیل کے طور پر) قرآن کی آیت تلاوت فرمائی **و ماانت بسمع من فی القبور** اس کا جواب جمہور اس طرح دے رہے ہیں کہ اس سے مراد ایسا سماع ہے جو سماع نافع ہے۔

(۲) دوسری بات یہ واضح ہوگئی کہ روایت قلیب بدر میں حضرت عائشہؓ کا ''**یعلمون**'' فرمانا اور پھر آیت **انک لاتسمع الموتیٰ** کا پیش کرنا کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ڈھکی چھپی ہوئی تھی۔ نیز سیدہ عائشہؓ کے اس بارے جو روایت ہے اور آیت قرآنی کا پیش کرنا ہے۔ اس کی مخالفت جمہور نے کی ہے اور اسی کو مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اپنی تحریر میں ذکر کیا ہے کہ اس آیت کا تعلق مسئلہ سماع موتی کے ساتھ نہیں ہے۔

(۳) تیسری بات یہ واضح ہوگئی کہ مولانا نظامی نے جو کچھ فرمایا' ان کا اپنا تخیلاتی خانہ ساز نظام تھا اور اپنی من پسند اختراعی بات ہے جسے کسی صورت قبول نہیں کیا جا سکتا۔

(۴) ہمیں اس سے بھی خطرہ ہے کہ ہماری اس بات سے کہیں مولانا ناراض ہی نہ ہو جائیں۔ مگر ہم مجبور ہیں کہ ایک چودھویں پندرہویں صدی کے مولانا نظامی کی بات کو کیسے مان لیں اور پھر ایسی بات جس کو اس رنگ میں کسی محدث نے بھی

ذکر نہیں کیا۔ کیسے مان لیں۔ اس سے بہتر ہے کہ ان علماء محدثین کی بات اور شرح کو مان لیا جائے جو پندرہویں صدی کے مقابلہ میں خیر کے زمانہ کے علماء ہیں۔ جب انا ولا غیری کا مرض نہیں تھا۔ جب قرآن وحدیث کو اس کے معنی ومفہوم کے مطابق سمجھنے کی کوشش ہوتی تھی۔

صحیح بخاری کے مشہور شارح ابن حجر رحمہ اللہ کا تذکرہ چلا ہے تو ابن حجر کی اسی کتاب ''فتح الباری'' میں روایت عائشہ (رضی اللہ عنہا) پر لکھتے ہوئے (اسماعیلی کے حوالہ سے) یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

کان عند عائشة من الفهم والذکاء وکثرة الروایة والغوص علی غوامص العلم مالا مزید علیه لکن لاسبیل الی رد روایة الثقة الابنص مثله یدل علی نسخه اوتخصیصه او استحالته فکیف والجمع بین الذی انکوته واثبته غیرها ممکن لان قوله تعالیٰ انک لاتسمع الموتیٰ لاینافی قوله ﷺ انهم الآن یسمعون لان الاسماع هوابلاغ الصوت من المسمع فی اذالسامع فالله تعالیٰ هوالذی اسمعهم بان ابلغهم صوت نبیه ﷺ بذالک واماجوابها بانه انما قال انهم لیعلمون فان کانت سمعت ذالک فلاینا فی راویة یسمعون بل یویدها.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو انتہا درجہ کا فہم، ذہانت کثرت روایت اور علمی گہرائی حاصل تھی لیکن ثقہ راویوں کو مسترد کرنا ممکن نہیں۔ مگر اس کی مثل نص کے ساتھ جو دوسری روایت کے نسخ تخصیص یا استحالہ پر دلالت کرے۔

بس حضرت عائشہؓ کی راویت انکار اور دوسرے حضرات کی روایت اثبات میں تطبیق ممکن ہے۔ اس لیے **انک لاتسمع الموتیٰ** حضور ﷺ کے فرمان **انهم الآن یسمعون** کے منافی نہیں ہے۔ اس لیے کہ سماع کہتے ہیں سنانے والے کی آواز، سننے والے کے کانوں میں پہنچانا۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں سنایا۔ اس طرح کہ ان کافروں تک حضور ﷺ کی آواز پہنچادی۔ حضرت عائشہؓ کا یہ جواب کہ حضور ﷺ نے فرمایا انہم لیعلمون اگر حضرت عائشہؓ نے سنا ہو تو یہ یسمعون والی روایت کے منافی نہیں بلکہ اس کی مؤید ہے۔ (فتح الباری۔ جلد ۸، ص ۳۰۶)

قارئین محترم! امام ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ کے اس فرمان سے ان کا محدث ہونا ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے دو مختلف روایات کو کیسے اچھے انداز سے ایک دوسری کے معارضہ سے باہمی تائیدی رنگ میں پیش کیا۔

(۱) کہ آیت **انک لاتسمع الموتی** میں ہے کہ تم سنا نہیں سکتے اور حدیث کے الفاظ **الآن یسمعون** کہ اب وہ سن رہے ہیں کیسے کہ اسماع کہتے ہیں سنانے والے کی آواز سننے والے کے کانوں میں پہنچانا' پس (حضور ﷺ نے نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز کو کافروں تک پہنچادیا۔

(۲) حضرت عائشہؓ کی روایت کے الفاظ **انهم لیعلمون** عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یسمعون کے منافی نہیں ہیں بلکہ اس کے مؤید ہیں تو اس سے واضح ہوا کہ **انک لاتسمع الموتی** میں نفی اسماع کی ہوئی سماع کی نہیں تو یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا فرمانا کہ اس آیت کو مسئلہ سماع موتی سے کوئی تعلق نہیں بالکل درست ہے۔

علامہ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فتح الباری جو بخاری شریف کی مشہور شرح ہے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت قلیب بدر پر جو کچھ لکھا ہم نے اپنی کم علمی کے باوجود جو کچھ سمجھا مولانا نظامی مدظلہ اور قارئین کی خدمت میں

پیس کر دیا اگر ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی بات پیش کرنے میں ہم سے کوتاہی ہوئی ہوتو مولانا (ناراض ہوکر نہیں) اصلاح فرمادیں تو ہم ان کے ممنون ہوں گے۔

قارئین آپ کو یاد ہوگا کہ مولانا نظامی نے اپنے مضمون میں تحریر فرمایا تھا کہ پھر تسلیم کر لیجئے کہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا لکھنا کہ (سماع موتی سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں) غلط۔ آپ کا اس کو دلیل میں پیش کرنا غلط۔

(نغمہ توحید۔ اکتوبر، نومبر ۲۰۰۳ء)

ہم نے کوشش کی کہ فتح الباری کے حوالہ سے کہ مفتی صاحب کا یہ لکھنا کہ سماع موتی سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں بالکل درست اور صحیح ہے، جب درست اور صحیح ہے تو پھر ہمارا اس کو اپنی دلیل میں پیش کرنا بھی صحیح ہے۔ مگر شاید کہ ہماری مذکورہ بات کو مولانا نظامی پذیرائی بخشیں یا نہ کہ زور ور آدمی ہیں ہم ایک اور طریقہ سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں کہ مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کا لکھنا کہ سماع موتی سے اس آیت (**وما انت بمسمع من فی القبور**) کا کوئی تعلق نہیں ہے درست اور صحیح ہے۔ ہم نے برصغیر میں اہل السنۃ والجماعت احناف کی عظیم دینی درسگاہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند رابطہ کیا کہ وہ اس بارے میں فیصلہ فرمائیں کیونکہ مولانا نظامی مدظلہ خود فرما چکے ہیں کہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند انڈیا سے رجوع کرنا اور خلجان دور کرانا ضروری ہے (نغمہ توحید، جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ)

ہم نے مولانا نظامی مدظلہ ہی کی دکھائی ہوئی راہ پر چل کر کوشش کی کہ اس میں دارالعلوم دیوبند سے فیصلہ لیا جائے کہ آیا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کا کہنا کہ (آیت **وما انت بمسمع من فی القبور** کا سماع موتی سے کوئی تعلق نہیں) صحیح ہے یا نہیں۔ دارالعلوم دیوبند بذریعہ ڈاک سوال ارسال کیا سوال اور اس کا جواب من وعن پیش خدمت ہے۔

الاستفتاء

بخدمت اقدس جناب مخدوم ومکرم حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج گرامی بخیر وعافیت ہونگے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم سابق مفتی دارالعلوم دیوبند اپنی تفسیر معارف القرآن کی جلد ۷ صفحہ ۳۳۸ پر آیت **وما انت بمسمع من فی القبور** کے تحت فرماتے ہیں کہ مسئلہ سماع موتی سے اس کا کوئی تعلق نہیں یہ مسئلہ اپنی جگہ مستقل ہے کہ مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں یا نہیں۔ مفتی صاحب کے بقول اس آیت کا تعلق مسئلہ سماع موتی سے نہیں جبکہ بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے قلیب بدر والی روایت بیان کی گئی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: **انما قال لھم الآن لیعلمون ان ما کنت اقول لھم حق ثم قرأت انک لا تسمع الموتیٰ وما انت بمسمع من فی القبور** . بخاری جلد ۲ ص ۵۶۷

اگر حضرت مفتی صاحب کے بقول اس آیت کا تعلق مسئلہ سماع موتی سے نہیں ہے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس موقع پر اس آیت کو پیش کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے کیونکہ مسئلہ سماع موتی سے تعلق کی بنا پر ہی انہوں نے اس آیت کو اس موقع پر پیش کیا۔ اس حدیث کے پیش نظر حضرت مفتی صاحب کے فرمان کا کیا محل ہے نیز اس حدیث کے پیش نظر حضرت مفتی صاحب کے فرمان کو غلط کہا جا سکتا ہے؟ اگر صحیح ہے تو کیسے؟ امید ہے تفصیلی جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

السائل

محمد مغیرہ، جامع مسجد احرار چناب نگر ضلع جھنگ۔ پاکستان

اس کے جواب میں برصغیر میں اہل السنۃ والجماعت احناف کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند سے جو جواب موصول ہوا پیش خدمت ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب

وباللہ العصمۃ والتوفیق حامدو مصلیا و مسلماً اصل یہ ہے کہ ایک سماع ہے، دوسرا استماع اور تیسرا اسماع ہے۔ اس آیت شریفہ میں سماع سے بحث نہیں بلکہ اسماع سے ہے تعلق قریب تو سماع موتی سے نہیں ہے۔ ہاں البتہ آیت شریفہ کو تعلق بعید ہو سکتا ہے اور استدلال میں قادح نہیں۔ امید ہے اب کچھ خلجان نہ رہے گا مزید تفصیل کے لیے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ ہی کی دوسری کتاب احکام القرآن میں سورۃ روم کے حزب خامس کو ملاحظہ کریں کچھ تفصیل فتح الباری جلد ۷ ص ۲۳۶ میں بھی ہے ملاحظہ فرما لینے کے بعد بھی کچھ اشکال رہے تو لکھ کر معلوم فرمالیں۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

احقر محمود حسن بلند شہری (دارالعلوم دیوبند)۔ جواب صحیح ہے۔ حبیب الرحمٰن عفی اللہ عنہ (۴ر شعبان ۱۴۲۰ھ)

اس جواب ملنے کے بعد ہم نے پھر دوسری مرتبہ دارالعلوم دیوبند سوال اس طرح روانہ کیا۔

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں مفتیان دارالعلوم دیوبند اس بارے میں کہ زید کا خیال ہے کہ آیت **ومآ انت بمسمع من فی القبور** کو عدم سماع پر نص قطعی کہنا خلاف حقیقت اور غیر مناسب ہے...... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم سابق مفتی دارالعلوم دیوبند اپنی تفسیر معارف القرآن جلد ۷ ص ۳۳۸ پر اس آیت **ومآ انت بمسمع من فی القبور** کے تحت فرماتے ہیں کہ مسئلہ سماع موتی سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں یہ مسئلہ اپنی جگہ مستقل ہے کہ مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں۔ جبکہ بکر کا خیال ہے کہ یہ آیت عدم سماع پر نص قطعی ہے اور حضرت مفتی صاحب کا فرمانا کہ اس آیت کا تعلق مسئلہ سماع موتی سے نہیں ہے، غلط ہے کیونکہ سیدہ عائشہؓ کے سامنے جب قلیب بدر والی روایت کی گئی تو سیدہؓ نے فرمایا: **انما قال لھم الآن لیعلمون ان ما کنت اقول لھم حق ثم قرأت انک لا تسمع الموتیٰ ومآ انت بمسمع من فی القبور .**
بخاری جلد ۲ ص ۵۶۷

اگر مفتی صاحب کے بقول اس آیت کا تعلق مسئلہ سماع موتی سے نہیں ہے تو سیدہؓ کا اس موقع پر اس آیت کو پیش کرنا کیا معنی رکھتا ہے نیز کسی مفسر نے بھی یہ نہیں لکھا کہ اس آیت کا تعلق مسئلہ سماع موتی سے نہیں ہے۔ ہر دو فریق میں سے کس

کا موقف درست ہے تفصیلی جواب درکار ہے جس پر مہر دارالعلوم ثبت ہو
المستفتی

محمد مغیرہ، جامع مسجد احرار چناب نگر ضلع جھنگ۔ پاکستان

اس کا جواب ہمیں ان لفظوں میں ملا:

حامداومصلیاومسلماً یہ سوال پہلے بھی آچکا ہے اورضروری تفصیل اس کے جواب میں تحریر بھی کردی گئی تھی اب دوبارہ ارسال فرمانے کی زحمت کیوں اٹھائی؟ اس کی وجوہات کچھ تحریر نہیں فرمائیں مختصراً عرض ہے کہ جو کچھ تفصیل حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے قلم بند فرمائی ہے ہمارے نزدیک وہ راجح اور صحیح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

احقر محمود حسن بلند شہری دارالعلوم دیو بند (۲۸رمضان ۱۴۲۰ھ)

اس دوسرے جواب ملنے پر تیسری دفعہ سوال اس طرح ارسال کیا گیا

الاستفتاء

بخدمت اقدس جناب مخدوم ومکرم حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یکے بعد دیگرے ایک ہی عنوان پر دو دفعہ سوال بھیجا گیا قدرے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ جس کی دو شقیں تھیں:

(۱) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم سابق مفتی دارالعلوم دیو بند اپنی تفسیر معارف القرآن جلد ۷ ص ۳۳۸ پر اس آیت **وماانت بمسمع من فی القبور** . کے تحت فرماتے ہیں کہ مسئلہ سماع موتیٰ سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں یہ مسئلہ اپنی جگہ مستقل ہے کہ مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں۔

(۲) دوسری شق۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قلیب بدر کے موقع پر اس آیت **وماانت بمسمع من فی القبور** . (**انک لا تسمع الموتیٰ**) کو عدم سماع پر پیش کرنا ہے دونوں دفعہ ایک ہی شق یعنی حضرت مفتی صاحب کے فرمان کی تصدیق پر مبنی جواب موصول ہوئے جو ہمارے لیے باعث طمانیت ثابت ہوئے مگر دوسری شق یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسی آیت کو عدم سماع پر پیش کرنے پر کلام نہیں فرمایا گیا حالانکہ محترمہؓ اسی آیت کے عدم سماع موتیٰ پر استدلال فرمارہی ہیں تو یقیناً اس آیت کا تعلق سماع موتیٰ سے ہونا ظاہر ہے۔

حضرت مفتی صاحب کے فرمان کی تصدیق کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس آیت سے عدم سماع پر استدلال کا کیا جواب ہے تفصیلی کلام فرما کر ممنون فرمائیں۔

السائل

محمد مغیرہ، جامع مسجد احرار چناب نگر ضلع جھنگ۔ پاکستان

اس کا جواب ہمیں ان لفظوں میں ملا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر حضرات صحابہؓ کے اقوال میں اختلاف ہے محمل الگ الگ ہیں بعض حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رجوع فرمالیا تھا جن حضرات کو رجوع سے انکار ہے وہ

تعارض کو رفع فرماتے ہیں سابق فتویٰ میں فتح الباری اور احکام القرآن کا حوالہ لکھا جا چکا ہے اس کو بغور ملاحظہ فرمالیں تو بہتر ہوگا پھر جو کچھ اشکال رہے تو ان کتابوں کی عبارات کو نقل فرما کر اشکال تحریر کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

احقر محمود حسن بلند شہری دارالعلوم دیوبند (۵ر ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ)

قارئین محترم! ہم نے آپ کی خدمت میں دارالعلوم دیوبند جو برصغیر میں اہل السنۃ والجماعت احناف کی عظیم دینی درسگاہ ہے کا محاکمہ پیش کر دیا کہ وہ بھی حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کے فرمان (کہ اس آیت **وماانت بمسمع من فی القبور** . کا مسئلہ سماع موتی سے کوئی تعلق نہیں) کو درست قرار دے رہے ہیں۔ اب ہم مولانا نظامی مدظلہ کی خدمت میں درخواست کریں گے کہ وہ بھی اہل السنۃ والجماعت احناف کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے فیصلہ کو قبول فرمالیں اور آپ بھی مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کے اس فرمان کہ آیت **وماانت بمسمع من فی القبور** . کا مسئلہ سماع موتی سے کوئی تعلق نہیں' قبول فرمالیں۔ اب دیکھیں مولانا نظامی مدظلہ دارالعلوم دیوبند کے فیصلہ کو قبول فرما کر ہماری گزارش کو پذیرائی بخشتے ہیں یا نہیں۔ یہ تو ان کا اپنا معاملہ ہے پھر بھی ہم امید ضرور رکھتے ہیں کہ وہ ضرور توجہ فرمائیں گے۔ کیونکہ ہم نے انہیں کے مشورہ پر دارالعلوم دیوبند سے اپنا اور ان کا خلجان دور کرایا۔

قارئین محترم ایک بات ضمنی طور پر مولانا نظامی مدظلہ کی خدمت عالیہ میں پیش کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ انہوں نے تفسیر کے اقسام و درجات میں تیسرے نمبر پر تفسیر القرآن باقوال الصحابہ کا درجہ بیان کرتے ہوئے صحابہ کرام کی تفسیر کا مقام بیان کرتے ہوئے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن قیم کا حوالہ دیا ہے نیز چوتھے نمبر پر تفسیر القرآن باقوال التابعین کا درجہ بیان کرتے ہوئے امام ابن کثیر کا حوالہ دیا ہے (نغمہ توحید، اکتوبر، نومبر ۲۰۰۳ء)

ہمیں خوشی ہوئی کہ مولانا نظامی مدظلہ دارالعلوم دیوبند کی طرح ان پر بھی مکمل اعتماد رکھتے ہیں جب ہی تو ان کے حوالہ جات کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ اگر مولانا محسوس نہ فرمائیں اور ان کی طبیعت پر گرانی نہ ہو انہیں بزرگوں یعنی علامہ سیوطیؒ، علامہ ابن قیمؒ اور ابن کثیرؒ مرحومین کے ارشادات کی طرف توجہ کرلیں کہ یہ اکابر ان آیات:

انک لا تسمع الموتیٰ وماانت بمسمع من فی القبور . کے بارے کیا ارشاد فرماتے ہیں نیز ان کا اپنا مسلک کیا ہے۔

تو لیجئے! امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ آیت **انک لا تسمع الموتیٰ** کے تحت اس طرح لکھتے ہیں:

''وقد استدلت ام المؤمنین عائشة رضی اللّٰه عنها بهذهِ الآیة انک لا تسمع الموتیٰ علی توهیم عبداللّٰه ابن عمر فی روایته مخاطبة النبی صلی اللّٰه علیه وسلّم القتلی الذی القوافی قلیب بدر بعد ثلاثة ایام ومعاتبته ایاهم وتقریعهٖ لهم حتی قال له عمر یا رسول اللّٰه ما تخاطب من قوم جیفوا؟ فقال والذی نفسی بیدهٖ ما انتم باسمع لما اقول منهم ولکن لایجیبون وتاولته عائشة علی انه قال انهم الآن لیعلمون ان ما کنت اقول لهم حق.

اس پوری عبارت میں امام ابن کثیر اسی قلیب بدر والی روایت میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات کا ذکر کر رہے ہیں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قلیب بدر کے موقع پر حضور ﷺ نے یہ

ارشادفرمایا تھا کہ **ماانتم باسمع لما اقول منھم** لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا **یسمعون** کی بجائے **یعلمون** کا تذکرہ فرماتی ہیں۔اورامام ابن کثیرؒ دونوں باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

والصحیح عند العلماء روایة عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنھما لما لھا من الشواھد علی صحتھا من وجوہٍ کثیر .

مفہوم اس کا یہ ہے کہ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مقابلے میں) عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت علماء کے نزدیک صحیح ہے اوراس کے کئی شواھد ہیں اورکئی وجوہ سے صحیح ہے (تفسیرابن کثیر،سورۃ روم جلد۳ص۴۵۴)

امام ابن قیم مرحوم اپنی کتاب ''کتاب الروح'' میں ص۵۵ پراس طرح تحریرفرماتے ہیں: **واما قولہ وماانت بمسمع من فی القبور . فسیاق الآیة یدل علی ان المراد منھا ان الکافر المیت القلب لاتقدر علی اسماعھم اسماعاً ینتفع بہ کما ان من فی القبور لا تقدر علی اسماعھم اسماعاً ینتفعون بہٖ ولم یرد سبحانہ ان اصحاب القبور لا یسمعون شیئاً.**

مفہوم پیش خدمت ہے'اللہ تعالیٰ کافرمان **وماانت بمسمع من فی القبور** . آیت کا سیاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد کافر ہےجس کا دل مردہ ہےتونہیں قادرایسے سنانے پرکہ سنانا نفع دےاس کوجیسے کہ وہ جوقبور میں ہیں (وہ بھی) تونہیں قادران کے سنانے پرجوسنانا ان کونفع دےاورنہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اصحاب القبورنہیں سنتے کچھ بھی۔

اورآگے لکھتے ہیں کہ **قد اخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلّم انھم یسمعون خفق نعال المشیعین واخبران قتلی بدر سمعو اکلا مہ وخطابہ.**

ایسے ہی امام سیوطی اپنی کتاب ''شرح الصدور'' میں تحریرفرماتے ہیں: **قولہ لا یستطیعون ان یجیبوا ای جوابا یسمعہ الجن والانس فھم یردون حیث لا یسمع .** ص۸۸۔آپ کے اس ارشادکا کہ وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔مطلب یہ ہے کہ ایسا جواب کہ جس کوجن وانس سن سکیں مردے جواب دیتے ہیں مگروہ سنانہیں جاتا۔

اما الادراکات کالعلم والسماع فلاشک ان ذالک ثابث لھم ولسائر الموتیٰ . ص۸۹۔

اس عبارت سے ہمارامقصودصرف **لسائر الموتیٰ** ہے کہ ادراک جیسے علم اورسماع تمام موتی کے لیے ہے۔کہ علامہ مرحوم تمام موتی کے لیےسماع کا قول فرمارہے ہیں۔امام ابن کثیر،علامہ ابن قیم،علامہ سیوطی جن پرآپ نے اعتمادکرکےان کے حوالہ جات سےآپ نے اپنی بات کوپختہ کیا ہے یہ وہی ہیں جوآیت **انک لا تسمع الموتیٰ** اورآیت **وما انت بمسمع من فی القبور .** پراپنی تشریح ایسے ہی ذکرکررہے ہیں جس سے مفتی محمدشفیع رحمہ اللہ کےفرمان کہ اس آیت کا مسئلہ سماع موتی سے کوئی تعلق نہیں واضح ہوتا ہے۔امید ہے یہ بات بھی مولانا نظامی مدظلہ بڑے ٹھنڈے دل سے قبول فرمالیں گے۔مولانا نظامی مدظلہ نے ایک سرخی اس طرح قائم کی ہے۔

گھرکی گواہی......اوراس کے ذیل میں تحریرفرماتے ہیں:

جناب مولانا محمد مغیرہ صاحب آپ اپنے محبوب ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان کا ایک اقتباس پڑھیے جو سیدہ عائشہ کے ذکر میں لکھا ہے ''علمی مقام اگر تمام مردوں کا علم ایک جگہ جمع کر دیا جائے اور اسکے ساتھ امہات مطہرات کا علم بھی شامل کر دیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم ان کے مجموعہ علم سے زیادہ نکلے گا۔ (ماھنامہ نقیب ختم نبوت ملتان شمارہ ۸ جلد ۱۱ ص ۳۹)

پھر لکھتے ہیں: ذی وقار قارئین غور کرنے کا مقام ہے کہ ایک طرف تو یہ لکھا جاتا ہے کہ سیدہ عائشہ کا علم تمام صحابہ کرام (خواہ مرد ہوں یا عورتیں) سے زیادہ ہے جس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی شرعی مسئلہ میں ایک طرف تمام صحابہ کرام مرد اور عورتیں ہوں اور دوسری طرف صرف اور صرف ایک عائشہ ہو تو ترجیح حضرت عائشہ والی طرف ہوگی۔ (نغمہ توحید ص ۳۶۔ اکتوبر، نومبر ۲۰۰۳ء)

مولانا نظامی کی مذکورہ تحریر کے جواب میں تین باتیں ہیں

(۱) سید عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام کہ اگر تمام صحابہ مرد و زن مع امہات المؤمنین حضرت عائشہ کا علم ان کے مجموعی علم سے زیادہ ہے نہ اس میں کوئی شک نہ ہی تردّد۔

(۲) ''اگر شرعی مسئلہ میں ایک طرف تمام صحابہ کرام مرد و زن ہوں اور دوسری طرف صرف ایک حضرت عائشہ صدیقہ ہوں تو ترجیح حضرت عائشہؓ کے فرمان کو ہوگی'' اس پر کلام کرنے کی پوزیشن میں ہم نہیں البتہ علامہ ابن حجر مرحوم سے فتح الباری کے حوالہ سے تفصیل گزر چکی ہے جس میں انہوں نے یہ لفظ کہے کہ **خالفها الجمهور** . کہ اس مسئلہ میں جمہور نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اختلاف کیا ہے۔

(۳) یہ بات کہ ایک طرف صحابہ کرام مرد و زن ہوں اور دوسری طرف صرف عائشہ ہوں تو ترجیح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کو ہوگی یہ کلیہ مولانا نظامی صاحب کا خود تراشیدہ اور خانہ ساز ہے۔ مولانا نظامی ذرہ اسی بات کا حوالہ عنایت فرمائیں چودہ صدیوں میں یہ کلیہ کس مجتہد، فقیہ اور محدث کا ہے۔ یہ ان کی اختراعی بات ہے جو کم از کم مولانا نظامی کے شایان شان نہیں تھا کہ ایک ذاتی حیثیت سے بات بنا کر اس کو کلیہ کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ اس کے بعد مولانا نظامی نے ایک اور سرخی لگائی ہے۔ ''جناب مولانا محمد مغیرہ صاحب سے ایک مطالبہ'' اس کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''آپ فرماتے ہیں کہ امت کا ایک مضبوط طبقہ سماع موتی کا قائل ہے تو آپ سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ ان حضرات کے موقف و مسلک کی تائید میں قرآن مجید کی کوئی آیت پیش کریں اور اس کی تفسیر و تشریح باسند صحیح کسی صحابی رسول یا کسی تابعی یا ائمہ احناف مجتہدین میں سے پیش کریں، جس میں پوری صراحت کے ساتھ موجود ہو کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مردے زندوں کی ہر بات کو بطور عادت اور ضابطہ سنتے ہیں۔''
>
> (نغمہ توحید۔ اکتوبر، نومبر ۲۰۰۳ء۔ ص ۳۶)

اس کے جواب میں دو باتیں پیش خدمت ہیں: میں نے کہا کہ امت کا ایک مضبوط طبقہ سماع موتی کا قائل ہے۔ اگر مولانا نظامی کو اس بارے تردد ہو اور ہماری اس بات پر اعتماد و یقین نہ آ رہا ہو تو ملاحظہ فرمائیں تفسیر جواہر القرآن جلد ۲ ص ۹۰۲ پر یہ تحریر مل جائے گی:

''سماع موتی کا مسئلہ زمان صحابہ ﷺ سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے یہ اعتقادات ضروریہ میں سے نہیں جن کی

نفی یا اثبات پر کفر واسلام کا دارومدار ہو بلکہ یہ علمی اور تحقیقی بحث ہے جس میں بحث وتمحیص اور نظر وتحقیق کی گنجائش ہے امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام علماء کے درمیان اس مسئلہ میں دو رائیں رہی ہیں کچھ علماء کرام کی یہ رائے رہی ہے کہ مردے سنتے ہیں جبکہ دوسرے علماء نے اپنی تحقیق کی بناء پر سماع موتی کی نفی کی ہے علماء کرام کی ان دونوں جماعتوں کے پاس دلائل ہیں۔''

(تفسیر جواہر القرآن از مولانا غلام اللہ خان مرحوم)

قارئین! گوکہ حوالہ مذکورہ چودھویں صدی ہی کی تفسیر ہے مگر مولانا نظامی اس حوالہ کو رد کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔تفسیر جواہر القرآن کے اس حوالہ سے واضح ہوا کہ امت محمد یہ کا ایک طبقہ سماع موتی قائل ہے اور اس کے پاس بھی دلائل ہیں تفسیر جواہر القرآن کی زبانی میری دونوں باتیں واضح ہوگئیں۔ایک یہ کہ امت کا ایک طبقہ جو سماع موتی کا قائل ہے اور دوسری یہ کہ ان کے پاس دلائل بھی ہیں۔نیز یہ بھی واضح ہوا کہ وہ امت کا طبقہ جو سماع موتی کا قائل ہے اس کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔نیز ان کے پاس بھی دلائل ہیں۔وہ دلائل کیا ہیں کہ مولانا نظامی دوسرے فریق کے دلائل کا مطالبہ کررہے ہیں ہمارے خیال میں وہ تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔اور اگر واقعی ان کو سماع موتی کے دلائل سے بے خبری ہے تو پھر علامہ سیوطیؒ، امام ابن کثیر جیسے حضرات کو پڑھ لیں طبیعت میں ٹھہراؤ آجائے گا۔اگر دلائل کے مطالبہ سے مولانا کا مقصود اس عنوان پر پنجہ آزمائی ہے تو بھی ان مذکورہ اکابر سے رابطہ کی کوشش فرمائیں ان کا شوق پورا ہوجائے گا۔

قارئین محترم! ذرا توجہ اس طرف بھی کہ مطالبہ کیا جارہا ہے کہ آپ ان حضرات کے مؤقف ومسلک کی تائید میں قرآن مجید کی کوئی آیت پیش کریں اور اس کی تفسیر وتشریح باسند صحیح کسی صحابی رسول یا کسی تابعی یا ائمہ احناف مجتہدین میں سے پیش کریں۔مگر وہ اس بات کو بھول گئے ہیں کہ وہ خود یہ تحریر بھی پہلے لکھ آئے ہیں کہ اہل سنت والجماعت احناف اشاعت التوحید والسنہ سے تعلق رکھنے والے محققین علماء کرام کی تحقیق کے مطابق آیت **انک لا تسمع الموتیٰ** اور آیت **وما انت بمسمع من فی القبور** مسئلہ عدم سماع موتی سے متعلق ہی ہیں یعنی ان آیات میں یہ بات بطور ضابطہ بیان کی گئی ہے کہ مردے زندوں کا کلام وغیرہ نہیں سنتے۔

میں سائل کی حیثیت سے سوال کرسکتا ہوں کہ مولانا نظامی صاحب یہ تو بتائیں کہ اشاعت التوحید کا وجود کب دنیا میں ظاہر ہوا؟ آپ تمام علماء اشاعت التوحید میں سے کون صحابی ہے کون تابعی ہے؟ کیا آپ کو ائمہ احناف مجتہدین بھول گئے کہ ان کا حوالہ دیا جاتا کہ یہ آیات بطور ضابطہ کے ہیں کہ مردے زندوں کا کلام وغیرہ نہیں سنتے۔

قارئین! یہ چند سطور صرف مولانا نظامی مدظلہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لکھیں ہیں جس کو آپ پڑھ چکے ہیں۔جبکہ اس مسئلہ سماع موتی میں مجلس احرار اسلام کے اکابر واصاغر احناف کے مذہب پر ہیں اور علماء دیوبند کی تحقیقات کو اپنے لیے مشعل راہ بنائے ہوئے ہیں جو ان کا مؤقف وہی ہمارا مؤقف (الحمد للہ۔فقط واللہ اعلم)

عینک فریمی

زبان میری ہے بات اُن کی

- ۱۲/ اکتوبر جمہوریت کے لیے سیاہ ترین دن تھا۔ (شہباز شریف)
- تب حکمرانوں کی سیاہ کاریوں کی وجہ سے ایوانِ اقتدار میں زلزلہ آیا تھا۔
- عوام نے روشن خیال، ترقی پسند قیادت کا انتخاب کیا۔ (شوکت عزیز)
- اور قیامت خیز زلزلہ آ گیا۔
- مشکل گھڑی میں پاکستانی عوام کے شانہ بشانہ ہیں۔ (یہودی تنظیم)
- ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔ (القرآن)
- زلزلے سے جاں بحق ہونے ہونے والوں کی تعداد ۸۰ ہزار سے بڑھ گئی۔ ۳۰ لاکھ بے گھر۔ (ایک خبر)
- بہن سے بھائی بچھڑا ہے اور کوئی پرسانِ حال نہیں
  ملبوں سے لاشے نکلے ہیں یہ قیامت ہے بھونچال نہیں
- اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی وجہ سے زلزلہ آیا۔ (چودھری شجاعت حسین)
- یہ بات اپنے روشن خیال حکمرانوں کو بتائیں جو بسنت اور مراتھن پر ناچ گانے کا اہتمام کرتے ہیں۔
- ملبے میں دبی آزاد کشمیر یونیورسٹی کی طالبات کا دو روز تک موبائل پر رابطہ رہنے کے بعد منقطع ہو گیا۔ (ایک خبر)
- آخر سانس کی ڈوری ٹوٹ گئی۔
- حکومت کی روشن خیال پالیسی سے معاشرے میں گھٹن کم ہوئی۔ (گورنر پنجاب خالد مقبول)
- اور قبر کی گھٹن میں اضافہ ہو گیا!
- پاک اسرائیل تعلقات کو مذہبی نہیں، سیاسی طور پر دیکھنا چاہیے۔ (یزدانی گیلانی)
- مگر علامہ اقبال کہتے ہیں:

  ''جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی''
- حکومت مدارس کے حوالے سے امریکی دباؤ کی مزاحمت کر رہی ہے۔ (اعجاز الحق)
- آپ کے باس تو کہتے ہیں۔ ہم پر کسی کا کوئی دباؤ نہیں۔
- قابلِ تحسین کون؟ امدادی سامان لوٹنے والے...... یا امدادی کارروائیوں میں شریک گدھے اور خچر! (ایک سوال)
- بلا تبصرہ!

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

تبصرہ: حافظ صفوان محمد چوہان

● ''الہلال'' اور ''البلاغ'' کے اشارات ومباحث   مرتب: جاوید اختر بھٹی

اشاریہ سازی کے بارے میں ایک رائے تو یہ ہے کہ اشاریہ سازی (Indexing) اور فہرست سازی (Cataloguing) طالب علموں کا کام ہے یا لائبریری کلرکوں کا؛ یہ تیسرے درجے کے محققوں کا کام بھی نہیں۔ دوسری طرف اشاریہ سازی ہی کو کارِ تحقیق سمجھ کر نہایت خشوع وخضوع سے اِس کام کو کیے چلے جانے والے اصحاب بھی موجود ہیں، جن کے نزدیک یہ بھی ایک باقاعدہ فن یا دبستان ہے۔ یہ دونوں رویے بہت متشددانہ ہیں۔ پہلے نظریے کے حاملین کی بات کو اگر مِن وعن تسلیم کرلیا اور اِس کے امتثال میں قدم اُٹھالیا جائے تو ہماری جامعات میں کرایا گیا بہت سا تحقیقی کام نہ صرف کالعدم ہوجائے گا بلکہ تحصیلِ علم کی تکمیل پر جاری کی جانے والی اسناد میں سے ڈھیروں غیرموثر ہوجائیں گی۔ (یادرہے کہ یہاں تحقیقی کام سے مراد صرف بے چاری اردو یا کسی حد تک تمام مشرقی زبانوں سے متعلق لکھے جانے مقالات ہیں۔) اشاریہ سازی کو اصل کارِ تحقیق سمجھ کر کام کرنے والوں کی رائے میں یہ ایک بنیادی نوعیت کا کام ہے جس کے ذریعے آیندہ تحقیق کرنے والوں کو بہت آسانی رہتی ہے اور اُنھیں بہت سا حوالہ جاتی مواد یک جا مل جاتا ہے، جو یقیناً ایک بڑا کارِ خیر ہے جس سے ادبی تحقیقی مقالے بہت زرخیز ہوسکیں گے۔

تفننِ طبع کے لیے عرض ہے کہ اگر ''اشارات'' پر مشتمل کتابوں کو ''ادبی کھاد'' سے تشبیہ دی جائے تو پاکستان میں مقتدرۂ قومی زبان کو بلاتردد ادبی کھاد سازی کا سب سے بڑا کارخانہ کہا جاسکتا ہے کیوں کہ انھوں نے اشاریہ/فہرست سازی پر بہت زیادہ کتابیں شائع کی ہیں۔ مزید عرض ہے کہ مقتدرہ والوں سے رابطہ کرکے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے اُن کی شائع کردہ اشاریہ/فہرست سازی کی کتب سے فائدہ اُٹھانے والوں کی شرح نیز اِن فائدہ اُٹھانے والوں کی غیرجانب دارانہ رائے اِن کتب کی بابت کیا ہے۔ یوں اشاریہ/فہرست سازی کے بارے میں مذکورۂ بالا بعد القطبین آرا کے حاملین باہم قریب ہوسکیں گے۔

اوّل الذکر رائے/نظریہ رکھنے والوں کا واویلا بے جا بھی نہیں ہے۔ آج بہت سے ادبی رسالے (ماہنامے/سہ ماہی وغیرہ) ایسے ہیں جو اپنے ہر سال کے آخری شمارے میں سالِ رواں میں شائع ہونے والے تمام مضامین کا تفصیلی موضوع وار اشاریہ پیش کردیتے ہیں۔ حدتو یہ ہے کہ ابھی پچھلے دنوں راقم نے ایک اصلاحی رسالے میں یہ ترتیب دیکھی کہ وہ اپنے ہر شمارے کے اندر گزشتہ ماہ میں پورے پاکستان وہندوستان میں شائع ہونے والے اہم مضامین کی فہرست نیز انٹرنیٹ پر موجود کئی اہم مضامین کی ویب سائٹس کے پتے شائع کرتے ہیں۔ تو جب اشاریہ سازی محض ایک صحافتی درجے کا کام ہوا-- یا اگر مضامین کا

یہ اشاریہ کسی بہت پرانے مجلّے کے اندراجات کا ہے جو اب صرف کسی لائبریری میں ہی موجود رہ گیا ہو تو یہ کام لامحالہ لائبریری کلرک کے کرنے کا ہوا؛ دریں صورت اِس کام کو تحقیقی مقالے کا عنوان بنا دینا جہاں اِس بات کا مظہر ہوا کہ جو طلبہ نقدِ وقت لے کر کسی استادِ ادب کے پاس آئے اور اُن کا وقت کم تر درجے کی مصروفیت میں استعمال کر کے اُن کا استحصال کیا گیا اور اُن کا تحقیقی مزاج ہی نہ بننے دیا گیا وہاں یہ حقیقت بھی آشکارا ہوئی کہ ہماری جامعات میں ادبی تحقیق کے عمومی معیار کی سطح کیا ہے اور موضوعاتِ تحقیق کا کس درجہ فقدان ہے۔ یا بقول ایک ستم ظریف کے، فقدان کی قلت پائی جاتی ہے۔

بہر حال۔ ہر کام کی ایک اہمیت ہوتی ہے۔ غالب کو حالی جیسا نقاد اور بجنوری جیسا طرف دار ملا تب ہی بات بنی ورنہ کیا معلوم اُسے کتنے برس تک ''مغلوب'' رہنا پڑتا۔ چناں چہ اگر اشاریہ/فہرست سازی بھی، کسی مستقل ادبی اہمیت کی چیز کی ہو تو اِس کام کو بھی دوام اور قبولِ عام ملے گا ورنہ اگر یہ کسی مثلاً ابنِ انشا کی ''استادِ مرحوم'' کے خاکے میں ذکر کردہ ''ریواڑی گزٹ''، قبیل کے کسی ماہنامے کے مندرجات پر دادِ تحقیق ہو تو ایسی محنت کا نتیجہ معلوم!

اپنے نہایت محدود مطالعے کی روشنی میں اب تک اشاریہ/فہرست سازی کے سلسلے میں جو اہم کام میرے سامنے آیا ہے اور جو واقعی ''کام'' کہلائے جانے کا سزاوار بھی ہے، وہ عاصمہ اعجاز (اب عاصمہ وقار) کی مرتبہ ''غالب نامہ -- تجزیاتی مطالعہ'' ہے۔ یہ کتاب دراصل دہلی سے نکلنے والے ایک سہ ماہی (بعدازاں شش ماہی) ادبی مجلّے ''غالب نامہ'' پر اُن کا ایم اے کا تحقیقی مقالہ تھا جسے ضروری اشاعتی ترامیم کے ساتھ شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج لاہور نے فروری ۱۹۹۴ء میں شائع کیا۔ یہ ''تجزیاتی مطالعہ'' صرف اشاریہ نہیں ہے بلکہ اِس کا ایک فی ذاتہٖ وجود (Independent standing) بھی ہے: اِس میں Indexing کے ساتھ ساتھ انتہائی محنت کر کے ہر ہر تحریر میں صاحبِ تحریر کا نقطۂ نظر بہت اختصار کے ساتھ (بیش تر اُن کے اپنے الفاظ میں) پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جسے تکنیکی زبان میں ''ہو بہو'' (Faithful) پیش کش کہا جانا چاہیے۔ عاصمہ کی یہ محنت اِس پائے کی ہے کہ اِسے ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب اور مرحوم مشفق خواجہ صاحب نے بھی بہت سراہا ہے۔ اِس ضمن میں دوسرا کام جو اِس کینڈے کا ہے کہ اُس نے فی الحقیقت حیرت زدہ کر دیا ہے -- وہ مولانا ابوالکلام آزاد کے جاری کردہ اخبارات ''الہلال'' اور ''البلاغ'' کے اشارات و مباحث ہیں جنھیں جناب جاوید اختر بھٹی صاحب نے سالہا سال کی شبانہ روز سرگرمی و بے تابی سے مرتب کیا ہے۔

''الہلال'' اور ''البلاغ'' کا غلغلہ آج بھی ادبی، صحافتی، سیاسی اور دینی حلقوں میں پایا جاتا ہے گو کہ اِن کی تاریخ قریب قریب ایک صدی پرانی ہو چکی ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ اِس کے متعلقین اور قلمی تعاون کرنے والوں میں شبلی اور سید سلیمان ندوی جیسے عبقریوں کے ساتھ ساتھ مولانا عبدالسلام ندوی، عبدالماجد دریابادی اور عبدالرزاق ملیح آبادی جیسے بڑے لوگوں کے نام آتے ہیں جن کے اشہبِ جہندہ قلم کی سند مرورِ زمانہ نے یوں دے دی ہے کہ اِن کی تحریریں آج بھی زندہ ہیں اور بہت شوق سے پڑھی جاتی ہیں۔

جناب جاوید اختر بھٹی ادب کے بڑے ٹھیّوں سے دور اور دبستانوں سے الگ، ایک دور دراز جگہ، ملتان، میں اپنی ادبی منڈلی سجائے ایک عرصے سے ادبی کالم اور افسانے لکھ رہے ہیں اور فلسفۂ مذاہب اور ہندی اردو تنازعات جیسے موضوعات پر کتابیں بھی لکھ چکے ہیں۔ ابھی کچھ عرصہ قبل چند مشاہیرِ ادب کے سوانحی خاکے بھی اُنھوں نے مرتب کیے؛ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں بہت سی ضخیم اور حوالہ جاتی کتب کا نچوڑ ہے اور ہر حوالے سے یہ کتاب اُن کی کتاب دوستی اور کتب بینی کے اعلیٰ اور وسیع ذوق پر دال ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ مولانا ابوالکلام آزاد پر کام کر رہے ہیں۔ ''فیضانِ آزاد'' کے نام سے ایک کتاب سامنے آئی جس میں مولانا آزاد کی کتابوں سے اُن کی فکر کے آئینہ دار مضامین، اُن کے سدابہار جملوں اور شاعری، اور اُن کے مقام سے آشنا لوگوں کی آراء کا انتخاب تھا۔ بھٹی صاحب کی ''الہلال'' اور ''البلاغ'' پر ''کوئی کام'' کرتے رہنے کی خبر ایک عرصے سے گرم تھی۔ سچی بات ہے کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ ایک ایسا کام کر رہے ہیں جس سے استفادہ کر کے ''الہلال'' اور ''البلاغ'' پر کام کرنے والوں کو آیندہ کوئی ہفت خواں طے نہ کرنا ہوگا۔ وہ سر جھکا کر ایک ایسا کام کرتے چلے گئے جس کی وَقعت پر کچھ کہنا تحصیلِ حاصل ہے۔ نہ ستایش کی تمنا، نہ صلے کی پروا۔ مولانا آزاد پر جب بھی کوئی توصیفی کام سامنے آتا ہے تو ذہن میں فوراً اکبر کا شعر آتا ہے:

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اِس زمانے میں

یعنی یہ کون سودائی ہے جو اِس زمانے میں مولانا آزاد کا نام لے رہا ہے۔ آفریں بادِ بریں ہمتِ مردانہ تو (بلکہ جراتِ رندانہ تو) جنابِ جاوید اختر بھٹی!

....

تقریباً نو سو صفحات پر پھیلا ہوا یہ کام ایک غیر معمولی شخص ہی کر سکتا تھا جس کا حضرتِ ممدوح سے تعلق بھی غیر معمولی نوعیت کا ہو۔ جاوید بھٹی صاحب کا تعلق مولانا آزاد سے بہت ہی غیر معمولی ہے جو کتاب پر اُن کے ''افتتاحیہ'' سے مترشح ہے۔ اُن کا مولانا آزاد سے تعلق ایک اور رنگ میں اُن کی ''فیضانِ آزاد'' سے سامنے آتا ہے جس کے دیباچے ''روشنی کا سفر'' میں وہ لکھتے ہیں:

''مجھے اِس بات پر فخر ہے کہ میں مولانا آزاد کے عہد میں پیدا ہوا۔ جب میں بیس دن کا تھا، اُنھوں نے اِس دنیا سے کوچ کیا۔ میرا گمان ہے کہ گھر میں کسی فرد نے ضرور کہا ہوگا کہ مولانا آزاد اس دنیا سے رخصت ہوے۔ اور یہ آواز میری سماعت تک یقیناً آئی ہوگی......''

عقیدت واحترام کا یہ انداز میرے لیے بالکل نیا اور بہت حیران کن ہے۔

پاک و ہند میں مولانا کے چاہنے والے بہت ہیں، اور یہ زیادہ تر وہ لوگ ہیں جن کا اُن سے تعلق اُن کے علم کے ظاہر کی وجہ سے ہے۔ مولانا کی تحریر و تقریر بہت ذہنوں کو آج بھی مسحور کیے ہوے ہے۔ واقعی اردو زبان کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ، بقول ڈاکٹر ذاکر حسین، مولانا کی زبان سے بولی اور اُن کے قلم سے لکھی گئی۔ ایسے لوگ البتہ کم کم ہیں جو مولانا آزاد کی فکر، اُن کے دینی اور بعد ازاں سیاسی کردار پر گہری نظر رکھتے ہوں۔ اُن کی فکری اور سیاسی جدوجہد بڑے واضح، متعین اور قطعی انداز میں

تین الگ الگ ادوار پر مشتمل ہے: پہلا دور تعلیم اور ابتدائے صحافت سے ۱۹۲۰ء تک؛ دوسرا ۱۹۲۰ء سے تقسیمِ ہند تک اور تیسرا تقسیمِ ہند سے دمِ واپسیں تک۔ پہلے دور میں مولانا کی ادبی حیثیت مستحکم ہوچکی تھی جب کہ سیاسی زندگی کا آغاز تھا۔ دوسرا دور خلافتِ عثمانیہ سے اُن کے قریبی قلبی تعلق اور اِس تناظر میں اُن کی سیاسی حیثیت سے شروع ہوا اور وہ ہندوستانی قوم پرور نظریے کے سب سے بڑے پرچارک کی صورت میں اِس نظریے کے حاملین کے ہراول رہے۔ اُن کی سیاسی زندگی کا تیسرا دور وہاں سے شروع ہوتا ہے جب اُن کے سب سیاسی ساتھی بلاتفریقِ مذہب، اور ''ہندوستانی قومیت'' کا کارواں بھی-- اُن کا ساتھ چھوڑ گئے اور اُن کا نظریہ قوم کی ایک اکثریت نے، گو بہت زیادہ دیر کے لیے نہ سہی، مسترد کردیا۔ اُن کا یہ آخری دور مسلمانانِ ہند کی تہذیبی ہستی کے بقا اور تعلیمی وثقافتی شعائر کی حفاظت سے عبارت ہے۔ اردو زبان کے لیے اُن کی خدمات اِس دور کے ماتھے کا جھومر ہیں۔

اردو زبان کی ترویج واشاعت مستقلاً مولانا آزاد کا مطمحِ نظر رہی۔ اردو زبان کا کوئی سنجیدہ طالبِ علم ''الہلال'' اور ''البلاغ'' کے اِس کردار سے پہلو تہی نہیں کرسکتا۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق نے آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے جلسے کے لیے ایک اعلان ۲۹/ جنوری ۱۹۱۳ء کے ''الہلال'' میں شائع کرایا جس میں اُن کا وہ جملہ ہے جو بعد میں بہت مشہور ہوا:

> ''......چوں کہ اردو زبان کا قائم کرنا اور ترقی دینا تمام اہلِ ملک کا فرض ہے لہٰذا مجھے قوی امید ہے کہ پبلک میری دست گیری کرے گی۔''

اِس کے علاوہ مسئلۂ وضعِ اصطلاحات پر بحث اور مغربی فلسفیانہ خیالات کو اردو میں لکھنے میں مدد دینے کے لیے فرہنگِ اصطلاحات کی باقاعدہ تجویز بھی سب سے پہلے ''الہلال'' ہی میں دی گئی۔ یہاں تک کہ ''الہلال'' کی آخری اشاعت میں بھی اردو طباعت کے لیے نستعلیق کی ترویج پر کرائی گئی ووٹنگ کے نتائج دیے ہوئے ہیں۔ میری رائے میں اردو کی اشاعت و ترویج اور رسم الخط کے حوالے سے ''الہلال'' کی خدمات ایک باقاعدہ موضوعِ تحقیق ہے جس پر گہرا کام کرایا جاسکتا ہے، اور جاوید اختر بھٹی صاحب کی یہ کاوش اِس سلسلے میں بہت مددگار ہوگی۔

نیاز فتح پوری نے ایک بار مولانا آزاد کو اپنے خط میں لکھا:

> ''آپ کی نیت میں خلوص ہے۔ اور وہ خلوص مبنی ہے ایک ایسی ذات کے کلامِ معجز نظام پر، جس کو کبھی، کسی زمانے میں، آن کے لیے بھی فنا نہیں ہونا ہے۔ اِس لیے میری رائے تو یہ ہے کہ بالکل بے خوف ہوجایئے۔ بلکہ ذرا اور بے دردی سے کام لے کر دلوں کو توڑیے کہ یہاں جڑنے سے پہلے ٹوٹنے کی ضرورت ہے۔''

حادثۂ کانپور کے بارے میں بہت لکھا اور کہا گیا۔ بڑی کتب بھی اِس موضوع پر ملتی ہیں۔ لیکن جیسا واضح اور مدلل، مبنی بر حقائق رپورتاژ ایک خط کی شکل میں جناب محمود احمد عباسی صاحب نے لکھا ہے، وہ بڑے کمال کی چیز ہے۔
(''الہلال''؛ ۲۳/ جولائی ۱۹۱۳ء)

مولانا آزاد مسلمانانِ ہند کا ملی وقومی ورثہ تھے۔ ''الہلال'' اور ''البلاغ'' کا زمانہ اُن کا وہ سیاسی دور تھا جس وہ اِس سیاسی نظریہ سازی میں مصروف رہے کہ ہندی مسلمانوں کا سب سے بڑا دینی فریضہ یہ ہے کہ وہ مذہب کی بنیاد پر ایک قوم بن

جائیں۔ وہ بڑے دوٹوک انداز میں اسلام کے دینِ خالص ہونے اور اِسے ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک رکھنے اور شعائرِ اسلام کی حفاظت کا عزم کرتے ہیں۔ مثلاً ’’حقیقتِ اسلام‘‘ میں فرماتے ہیں:

’’یہی وہ اسلام ہے جسے اسلام جہاد فی سبیل اللہ سے تعبیر کرتا ہے اور کبھی اسلام کی جگہ جہاد اور کبھی جہاد کی جگہ اسلام، کبھی مسلم کی جگہ مجاہد اور کبھی مجاہد کی جگہ مسلم بولتا ہے۔ اِس لیے کہ حقیقتِ جہاد، اپنا سب کچھ اُس کے لیے قربان کر دینا ہے۔ ہر وہ کوشش وسعی جو اِس کی خاطر ہو، وہ جہاد ہے۔...... تاہم آج کل کے ملحد مسلمین اور مفسدین کا ایک حزب الشیطان بے چین ہے کہ بس چلے تو یورپ سے درجۂ تقرب وعبودیت حاصل کرنے کے لیے تحریف الکلم عن مواضعہٖ کے بعد سرے سے اِس لفظ [جہاد] کو قرآن سے نکال دے...... میں صاف کہتا ہوں کہ اسلام کی حقیقت ہی جہاد ہے، دونوں لازم وملزوم ہیں۔ اسلام سے اگر جہاد کو الگ کر لیا جائے تو وہ ایک ایسا لفظ ہوگا جس کے معنی نہ ہوں۔ ایک اسم ہوگا جس کا مسمّی نہ ہو۔‘‘

مسلمانوں کی مسلمانیت کو اجاگر کرنے اور اُنھیں دوسروں کا دستِ نگر بن کر رہنے کے بجائے اللہ والے یقین واعتماد کے ساتھ عمل پر ڈالنے کے ذیل میں مولانا کے الفاظ بڑے عہد آفریں ہیں۔ ایک جگہ لکھا ہے: ’’مسلمانوں کے دل اگر مرنہیں گئے تو اب تو ہوش میں آجائیں...... اپنے لیڈروں پر بہت بھروسہ کر چکے، اب کچھ دنوں کے لیے اپنے خدا پر بھی اعتماد کر کے آزمالیں۔

مسلمانوں کو اندرونی و بیرونی خطرات سے آگاہ کیے رکھنے میں ’’الہلال‘‘ اور ’’البلاغ‘‘ کا کردار نہایت روشن رہا ہے۔ ایک اداریے میں مولانا نے لکھا:

’’افسوس کہ ہماری اصلی بدبختی یہ نہیں ہے کہ ہمارے اوپر کون ہے۔ بلکہ بدبختی یہ ہے کہ ہمارے اندر کون ہے؟ ہماری بدقسمتیوں میں ہمیشہ غیروں سے زیادہ خود اپنوں کا دستِ کفر ونفاق مخفی ہوتا ہے۔‘‘

’’الہلال‘‘ اور ’’البلاغ‘‘ کی پالیسی بیان کرتے ہوئے ایک بار لکھا:

’’پس ہماری تعلیم وہی ہے جو اسلام کی ہے۔ اسلام سے بڑھ کر دنیا میں کوئی تعلیم بغاوت وفساد کی دشمن نہیں۔ ایک شخص اگر مسلمان ہے تو وہ کبھی فتنہ وفساد اور بغاوت کا مجرم نہیں ہوسکتا۔ اگر ہندوایکسٹریمسٹ ایسا کرتے ہیں تو مسلمانوں کا فرض ہونا چاہیے کہ گورنمنٹ کے نہیں بلکہ خدا کی زمین پر امن قائم کرنے کے لیے اِس کو دور کرنے کی سعی کریں۔‘‘

مولانا ابوالکلام آزاد کے جملے کل بھی باوقار، شان دار اور جان دار تھے اور آج بھی ہیں۔ آج بھی کہیں کوئی اُن کا سا مرصع جملہ یا عربیت وفارسیت سے توام بھاری بھرکم ترکیب استعمال کرے تو اِسے اِدعائے علم (Pedantry) تو کہا جاسکتا ہے، کلیشے پرستی کی پھبتی بہرحال نہیں کسی جاسکتی۔

مجموعی حیثیت میں کتاب بہت جاذبِ نظر ہے۔ سرورق پر دی گئی تصویر بہت خوب صورت ہے۔ بہتر ہوتا کہ ’’الہلال‘‘ اور ’’البلاغ‘‘ سے چند تصاویر بھی منتخب کر کے ساتھ شائع کی جاتیں اور مولانا آزاد کی چیدہ چیدہ تصاویر کا ایک انتخاب بھی ساتھ ہوتا۔ پروف کی اغلاط بھی کوشش کر کے کم کی جاسکتی تھیں۔ املا میں یکسانی نہیں ہے۔ بہ ہر حال، جس چیز پر سب سے

زیادہ توجہ دی جانی چاہیے تھی وہ کتاب کی عمومی پیش کش (presentation) ہے: بہت مناسب ہوتا کہ اگر الہلال/البلاغ کا ہر شمارہ نئے صفحے سے شروع کیا جاتا، تاکہ مطالعے اور مواد کی تلاش میں آسانی پیدا ہو جاتی۔

اِس کتاب کو بیکن بکس ملتان نے بہت اہتمام سے شائع کیا ہے جس پر وہ بہت مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ضخامت ۸۹۶ صفحات، قیمت ۶۰۰ روپے۔ (۱۴/ اگست ۲۰۰۵ء)

﴿تبصرہ: سید یونس الحسنی﴾

● کتاب: فتنۂ انکارِ حدیث اور پرویز کا اسلام   مصنفین: مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ، منشی عبدالرحمٰن خانؒ

ناشر: المیزان ناشران و تاجران کتب اردو بازار لاہور

یوں تو یہ دور فتن ہے۔ دین اسلام کے خلاف کئی ایک الحادی تحریکات بظاہر اور بباطن چل رہی ہیں مگر یہ الحاد و زندقہ کوئی نئی چیز نہیں ہیں۔ از منہ گزشتہ میں بھی حقانیت اسلام ہمیشہ اغیار کا ہدفِ اوّل رہی ہے۔ ہمارے دور میں جو شخص اس گروہِ نامراداں کے سرخیل کے طور پر سامنے آیا وہ ایک گھسا پٹا بیورو کریٹ مسٹر پرویز تھا۔ اس نے طلوع اسلام کے نام سے تجدید کی جس تحریک کی نیو اٹھائی اس کی بنیادی ستون بالکل وہی تھے جو اس کے روحانی و اصطلاحی بڑوں نے تعمیر کیے تھے یعنی:

(۱) قرآن پاک کی معنوی تحریف

(۲) اطاعتِ رسول سے بہ لطائف الحیل انحراف

(۳) احادیث نبوی کی حجیت سے انکار

(۴) تقلید اسلاف سے بغاوت

اپنے بڑوں کی نسبت پرویز بہت شاطر نکلا۔ اس نے خصوصاً جدید تعلیم کے رسیاؤں کو مرکز نگاہ بنا کر کام آغاز کیا۔ کچھ باتیں دوٹوک انداز میں کرتا اور زیادہ تر ادب و انشاء پردازی کے جمالِ جہاں تاب کا سہارا لیتا۔ اُس کا وار کارگر ہوا اور بہت سے مغربیت پسند یا جدت پرست طبقات اس کے ہم نوا بن گئے۔ وہ حسب ضرورت عشق اقبالؒ کا مدعی بن کر لوگوں کو بیوقوف بنانے میں یدطولیٰ رکھتا تھا۔ اُس کا دعویٰ تھا کہ قرآن حکیم کی موجودگی میں ہمیں احادیث کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔ چنانچہ اطاعتِ رسول ﷺ کی (نعوذ باللہ) کوئی حقیقت نہیں۔ کبھی وہ تلاوت قرآن پر معترض ہوتا ہے تو کبھی اللہ اور رسول کی ذات سے انکاری نظر آتا ہے۔ مثلاً وہ اپنی کتاب ''قرآنی فیصلے'' ص ۱۰۴ پر لکھتا ہے کہ:

(۱) ''یہ عقیدہ کہ بلاسوچے قرآن کے الفاظ دہرائے سے ''ثواب'' ہوتا ہے یکسر غیر قرآنی عقیدہ ہے۔''

(۲) ''خود رسول (ﷺ) کو بھی قطعاً یہ حق حاصل نہیں کہ لوگوں سے اپنی اطاعت کرائے۔'' نعوذ باللہ (''اسلامی نظام'' ص ۹۴۔ از پرویز)

(۳) ''قرآن کریم میں مرکز ملت کو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے تعبیر کیا گیا۔''

(''معارف القرآن'' جلد ۴ ص ۶۳۲۔ از پرویز)

یہ شخص تمام حدود پھلانگ گیا۔حتیٰ کہ اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے معنی ہی بدل دیئے۔اس کا اسلام یا اہل اسلام سے کیا واسطہ ہوسکتا ہے؟ علمائے حق نے اس فتنہ انگیزی کا بروقت احساس کرکے اس کی سرکوبی کے لیے تمام تر توانائیاں صرف کردیں۔اسی لیے وہ انہیں حرف ملامت سمجھتا ہے۔ادارہ المیزان نے مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ اور منشی عبدالرحمٰن خانؒ کے کتابچوں کو یکجا کرکے مندرجہ بالا نام سے شائع کرکے اسلام اوراہل اسلام کی بے پناہ خدمت کی ہے۔اس سے لوگ اس الحادی فتنے سے پوری طرح آگاہ ہوکراس کے خلاف سینہ سپر ہوں گے اوراس کے متاثرین بھی صراط مستقیم تلاش کرسکیں گے۔

(ان شاءاللہ)

﴿تبصرہ: ابوالادیب﴾

● کتاب: نیرنگِ عالم　　　مولف: مولانا حافظ محمد صدیق ارکانی

ضخامت: ۶۵۶ صفحات　قیمت: حسب خواہش　ملنے کا پتا: شعبۂ تصنیف وتالیف جامعہ احتشامیہ جیکب لائن، صدر کراچی

مولانا محمد صدیق ارکانی، مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی یاد میں نکالے گئے جریدہ ’’حق نوائے احتشام‘‘ کے مدیر منتظم ہیں۔کتاب زیرنظر، ان کے ان ۳۷ مضامین کا مجموعہ ہے جو ماہنامہ ’’حق نوائے احتشام‘‘ ۲۰۰۴ء، ۲۰۰۵ء کے شماروں میں طبع ہوتے رہے۔کتاب کے پیش لفظ میں مؤلف رقم طراز ہیں:

> ’’الحمدللہ قارئین کرام نے ان کی پہلی کتابوں کو بہت سراہا اور خطوط وفون کے ذریعہ نیک پیغامات اور مبارکبادی کے کلمات بھیجے اور دعائیں دیں۔امید ہے کہ اس چوتھے مجموعے سے بھی قارئین کرام کو فائدہ ہوگا اور دعاؤں سے نوازیں گے۔اللہ تعالیٰ اسے قبول منظور فرمائے......‘‘

کتاب نیوز پیپر پر چھاپی گئی ہے۔طباعت مناسب ہے۔

● کتابچہ: قرآن کریم، مقدس اوراق اور ہماری ذمہ داریاں　　مؤلف: محمد طفیل قاسمی

ضخامت: ۳۶ صفحات　　قیمت: درج نہیں　ناشر: حاجی شمس الدین پراچہ، مہتمم پراچہ جامعہ اسلامیہ انجرا اٹک

آج کل معاشرے میں مقدس اوراق کا کوئی احترام نہیں جگہ جگہ قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ پر مشتمل کاغذات بکھرے پڑے نظر آتے ہیں۔بازاروں، ریڑھوں اور اشتہارات پر بطور تبرک تحریر کردہ آیات کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ویڈیو گیمز کی دکانوں، انٹرنیٹ کلبوں، تیز میوزک کی آواز میں جہاں نیم عریاں تصویریں دیواروں پر لگی ہوتی ہیں۔وہاں کھلے ہوئے قرآن مجید کا فریم بھی نظر آئے گا۔خوبصورت چھپی ہوئی قرآنی آیات کا چارٹ بھی دکھائی دے گا۔پوچھو تو جواب ملے گا یہ برکت کے لیے لگا رکھا ہے۔آیا مقدس اوراق کے ساتھ ہمارا رویہ درست ہے اس بابت رہنمائی کے لیے یہ کتابچہ بہت ہی مفید ہے۔جس سے قارئین کماحقہٗ استفادہ کرسکتے ہیں۔

خان غازی کابلیؒ (دہلی)

لاہور کی یادیں

لاہور ہی وہ شہر ہے جس نے غازی کو شمع آزادی پر نہ صرف پروانہ وار قربانی کے درس دیئے بلکہ اسے تحریک آزادی کے مجاہدوں میں بھی شامل کیا۔ لاہور سے پہلے ''غازی'' صرف ''حبیب الرحمٰن'' تھے لیکن لاہور نے ''لیلائے حریّت'' کے عاشقوں میں شامل کر کے اسے ''خان غازی کابلی'' کے نام سے ایسی شہرت دی کہ لوگ ''حبیب الرحمٰن'' کو بالکل بھول گئے بقول حسرت موہانی:

عشق نے جب سے کہا حسرتؔ مجھے
کوئی بھی کہتا نہیں فضل الحسن

لاہور نے ہی غازی کو سیاسی، قومی، ادبی مشاہیر سے روشناس کرایا۔ اسی لاہور شہر میں ہی ''غازی'' پنڈت جواہر لال نہرو، خان عبدالغفار، مولانا حسین احمد مدنی اور بین الاقوامی شہرت کے لیڈروں سے متعارف ہوئے۔ ''غازی'' ہندوستان کے ہر شہر میں مسرتوں سے بھی ہم آغوش و ہمکنار ہوئے اور حوادث کے طوفانوں سے بھی ٹکرائے مگر لاہور نے اسے ہر حال میں مسکرانے کا ہی درس دیا۔

لاہور، مجاہدوں، سرفروشوں اور ''سرخپوشانِ احرار اسلام'' کا شہر......اس سے متعلق غازی کے دل و دماغ کے جھروکوں میں بے شمار یادیں پھڑ پھڑا رہی ہیں اور ہر یاد کا یہ مطالبہ ہے کہ مجھے صفحۂ قرطاس پر پیش کر کے رسوائی کا شرف بخشا جائے اور غازی حیران ہیں کہ کس یاد کو رسوائی کا اعزاز بخشے اور کسے نظر انداز کریں۔

''سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے''

۱۹۳۴ء اور ۱۹۳۵ء میں ''غازی'' کوئٹہ میں سریاب روڈ پر نوجوانانِ وطن کو حریت و آزادی کے درس دے رہے تھے کہ ایک دن بابو گل محمد سابق وزیر اعظم قلات نے فرمایا کہ ''حکام کوئٹہ بلوچستان یہ نہیں چاہتے کہ غازی کوئٹہ میں رہیں۔''

اس لیے بابو گل محمد خاں نے غازی کا بستر گول کر کے اسے کوئٹہ سے ریل میں لاہور کے لیے سوار کیا۔ غازی لاہور پہنچ کر ''رونق ہنگامہ احرار'' ہوئے اور کوئٹہ کے نوجوان شاگردانِ غازی اور بابو گل محمد خاں کوئٹہ کے قیامت آفریں زلزلے کے ملبے میں دب کر شہادت کا جام نوش کر گئے۔ اسی دوران لاہور میں ''مسجد شہید گنج'' گرادی گئی اور ''احرار'' کے خلاف لاہور کی فضاؤں میں ''احرار مردہ باد'' کے نعرے اور مولانا ظفر علی خاں کا یہ ترانہ گونجنے لگا:

جو لینی ہے تمہیں مسجد تو نیلی پوش ہو جاؤ

خدا کا نام لو اور عاقبت بردوش ہو جاؤ

پشاور سے لے کر بنگال اور رنگون و کشمیر سے لے کر راس کماری اور لنکا تک تمام پریس احرار کی مخالفت میں متحد ہو گیا اور تمام جماعتیں ''احرار'' کو ''غدار'' کہنے لگیں۔ ایسے ماحول میں ''احرار'' نے روزنامہ ''مجاہد'' نکالا جس کے چیف اور انچارج ''غازی'' مقرر ہوئے اس کے پرنٹر و پبلشر تو کوئی مشتاق احمد تھے لیکن اس کے لیے مضامین مولانا مظہر علی اظہر، چودھری افضل حق اور خان غازی کابلی لکھا کرتے تھے۔ چونکہ آئر لینڈ میں ''ڈی دلیرا'' کے خلاف ''ڈاکٹر کاسگرڈ'' کے چیلوں کی وردی کا رنگ نیلا تھا اس لیے غازی نے ''مجاہد'' میں ''نیلی پوشوں'' کو ''آئر لینڈ'' کے ''غداروں'' سے تشبیہ دی۔ اس پروپیگنڈے کا یہ اثر ہوا کہ مولانا ظفر علی خاں کے جلسوں میں گڑبڑ ہونے لگی۔ ''غازی'' نے ان ہی دنوں ۲۱ر جولائی ۱۹۲۲ء کا ایک پرچہ بھی حاصل کر لیا تھا اور اس حوالے سے ثابت کیا کہ احراریوں کے خلاف سارا ہنگامہ بے بنیاد ہے۔ زمیندار اور نیلی پوشوں کے پروپیگنڈے کی ناکامی کے بعد روزنامہ ''انقلاب'' کے مولانا مہر اور سالک' احرار کے خلاف میدان میں آئے اور ''آئینہ دیکھئے'' کے عنوان سے سلسلۂ مضامین شروع کیا۔ جس کے جواب میں مولانا مظہر علی اظہر اور غازی نے متعدد مضامین لکھے۔

مولانا (غلام رسول) مہر آف انقلاب اور (عبدالمجید) سالک سے مولانا مظہر علی اظہر اور خان غازی کابلی کی قلمی جنگ قریب ایک ماہ تک جاری رہی اور اس کا خاتمہ اس طرح ہوا کہ ایک دن اچانک شام کو مولانا مہر اور سالک دفتر احرار تشریف لائے اور آپس کی بات چیت سے معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

''رہنمایانِ احرار'' کی زندگی بالکل قلندرانہ قسم کی تھی اور چودھری افضل حق' مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا مظہر علی اظہر تو اس قلندری میں ایسے تھے کہ انہیں دیکھنے کے لیے دور دور سے لوگ جوق در جوق آیا کرتے تھے۔ چونکہ لاہور آکر سے پہلے ''غازی'' نے ''سرجوشانِ احرار'' سے دوستی کی تھی اس لیے سب سے پہلے اس نے سرخ پوشوں اور احرار رہنماؤں سے اپنے تعلقات کی مختصر یادیں پیش کی ہیں۔ اب مولانا ظفر علی خاں کے یہاں منعقدہ تقریب کا دلچسپ واقعہ سن لیجئے۔

مولانا ظفر علی خاں ''غازی'' سے احراری ہونے کے علاوہ اس لیے بھی خفا تھے کہ اس نے اپنی ایک کتاب ''مولانا ظفر علی خاں کی گرفتاری'' میں ان کے ''سربستہ رازوں'' سے پردہ اٹھایا تھا بعد میں مولانا مرکزی اسمبلی کے ممبر بھی بنے اور شہر یار دکن سے بند وظیفہ بھی جاری ہوا۔ ایسے حالات میں انہوں نے اپنے پوتے عزیزی منصور علی خاں کی شادی حیدر آباد دکن میں رچائی۔ اس زمانے میں احرار کے تمام چھوٹے بڑے لیڈر جیل میں ''دارورسن'' کے امتحان دے رہے تھے اور ''غازی'' کوچۂ فقیر خانہ لاہور میں اپنے دوست حفیظ ملک جو ان دنوں امریکہ کی کسی یونیورسٹی میں پروفیسر تھے

''منقاز یرپر'' پناہ گزیں تھے ایک دن انارکلی میں ملک نصر اللہ خاں عزیزؔ نظر افروز ہوئے تو میں نے ان کا شعر انہیں کو سنایا کہ

مت جائیو انار کلی کی طرف عزیز
واں ہر حسیں بشیوۂ رہزن ہے آج کل

ملک صاحب ہنسے اور فرمایا کہ مولانا ظفر علی خاں اپنے پوتے منصور علی خاں کی دلہن کو حیدر آباد سے لاہور لا رہے ہیں۔ اور آج کل پولیس لائن میں دعوت ولیمہ ہے جس میں ہر مذہب وملت کے احباب مدعو ہیں کیا آپ کو دعوت نہیں ملی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ دعوت تو نہیں ملی مگر میں خود ہی ''گھسیڑ م گھساڑ'' ہو جاؤں گا۔ آپ فکر نہ کریں چنانچہ وہ کسی نہ کسی طرح سچ مچ ہی منصور کی دعوت ولیمہ میں جا دھمکا۔ گانے بجانے کے بعد پرتکلف کھانا احباب کے سامنے چنا گیا اور اس کے بعد مولانا ظفر علی خاں کی صدارت میں ''بزم سخن'' منعقد ہوئی۔ مولانا ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ کسے دعوتِ سخن دیں، میں نے سید انشاء اللہ خاں انشاء کا پارٹ ادا کیا اور خود ہی مولانا ظفر علی خاں کے پاس کھڑے ہو کر یوں سخن طراز ہوا:

ظفر علی پہ خدا وند لطف تام کند
وہ اپنے پوتے کی شادی کا انتظام کند
میری طرف سے مبارک ہو شادیٔ منصور
نشاط و عیش کا لبریز نوش جام کند
ظفر علی جو ولیمہ کا انتظام کند !
تو اس میں گانے بجانے کا اہتمام کند
کہا یہ میں نے کہ یہ کیا ہے حضرت والا
تو مجھ سے بات وہ یوں بعد از طعام کند
کہ میرے بیٹے نے ان'' لق لقوں'' کو بلوایا
وگرنہ بندہ گوارا نہ یہ حرام کند
یہ بات سن کے میں بے اختیار بول اٹھا
اگر پدر نتواند پسر تمام کند !

مندرجہ بالا نظم سن کر مولانا نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں جو میرے ہی انداز میں نظمیں کہنے پر قدرت رکھتے ہیں اس پر میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ مولانا خدا بخش اظہر امرتسری بول اٹھے کہ یہ احراری خان غازی کابلی ہیں اس پر مولانا ظفر علی خاں نے فرمایا کہ شیخ سعدی نے تو دنیا کو بتایا ہے:

''جرأت وسرکشی وجہل با افغاں دادند''

مگر یہ خان کابلی تو خالص میرے انداز کے شاعر ہیں۔ غازی نے عرض کیا کہ احسن مارہروی کا شاگرد اور بلبل ہندوستان داغ دہلوی کے خاندان کا شاعر بھی ہوں اور چونکہ سید الاحرار حسرتؔ موہانی کا پیرو کار و پرستار ہوں اس لیے ''طرفہ تماشہ طبیعت'' کا بھی مالک ہوں ''چکی کی مشقت'' کے ساتھ ''مشقِ سخن'' بھی کیا کرتا ہوں۔ اس گفتگو کے بعد مولانا ملک نصر اللہ خاں عزیز کو دعوت سخن دی گئی۔ مولانا عزیز نے فرمایا کے خان غازی کابلی کی نظم نے جو رنگ جمایا ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ رنگ قائم رہے اس لیے میں اسی زمین اور انداز میں نظم پیش کرتا ہوں سماعت فرمایئے:

ہمارے حال پہ ''مولا'' جو لطفِ عام کند
تو ''مولا داد'' ولیمہ کا انتظام کند

مری دعا ہے یہ منصورؔ کے لیے یارب !
کہ واحدہ پہ قناعت کا التزام کند

بنے بنی میں الٰہی بنی رہے دائم
نظارہ لطف و محبت کا صبح و شام کند

نظر اٹھا کے نہ دیکھے یہ دوسری کی طرف
اسی اصول پہ چلنے کا اہتمام کند

لگا کے نعرۂ تکبیر سب پکار اٹھیں
'' اگر پدر نتواند پسر تمام کند ''

مولانا نصراللہ خاں عزیزؔ کی نظم سن کر مولانا گہری سوچ میں پڑ گئے اور پھر حقہ کا کش لگا کر اِدھراُدھر نظر اٹھا کر دیکھنے لگے اور فرمایا کہ ہمارے سرکاری شاعر ابوالعلا المعروف حاجی لق لق کہاں ہیں؟ حاجی لق لق لڑکھڑاتے ہوئے اسٹیج پرآئے اور مولانا ظفر علی خاں کو ''اعلیٰ حضرت'' کہہ کر یوں سخن طراز ہوئے:

ظفرؔ علی خاں پہ خدا لطفِ صبح و شام کند
زباں سے بُتِ ہندوستاں کو رام کند

دکن کے ملک میں منصورؔ کا بیاہ کیا
کہ اس پہ ناز سدا دولتِ نظام کند

بدادِ حکم زراہِ کرم بہ ''مولا داد''
کہ وہ ولیمہ کی دعوت کا انتظام کند

ترانہ سنج ہو مطرب طعام تازہ کے بعد
ضیافتِ دل و گوش دو دہاں کام کند

دعائیں دولہا کو ہر نقطۂ نظر سے ملیں
کہ یہ بلند جہاں بھر میں اپنا نام کند

کہا کسی نے رہے باوفا دلہن سے سدا
نثارِ شرع ہو تخریب سازو جام کند

کہا کسی نے کہ قوم و وطن کا خادم ہو
حصولِ دولت عقبیٰ کا اہتمام کند

مگر یہ مصرعہ تھا کیوں ہر دعا کے آخر میں
'' اگر پدر نتواند پسر تمام کند ''

مشاعرہ ختم ہوا تو غازی کی تمام گستاخیوں اور شرارتوں پر مولانا نے خاک ڈالی اور اسے گلے سے لگایا اور فرمایا کہ ایک مرتبہ سکندر حیات خاں نے کہا کہ احرار میں خان غازی کابلی اور مولانا مظہر علی اظہرؔ دو ایسی شخصیتیں ہیں کہ اگر یہ فارغ البال ہوں اور انہیں وسائل حاصل ہوں تو یہ دونوں بہت بڑے بڑے کام کر سکتے ہیں اور غازی نے عرض کیا کہ ہمارے پاس

ایک ایسی چیز بھی ہے کہ اس کے ذریعے سے ہم ٹوٹے ہوئے دلوں کو بھی جوڑ سکتے ہیں اور وہ ہے بے غرض اور سچی محبت ۔

جہاں میں خانؔ محبت ہی چیز ایسی ہے
کہ جس سے ٹوٹے دلوں کو بھی ہم نے جوڑ دیا

ایک واقعہ مولانا حسرت موہانی کے بارے میں سناؤں۔ سیاسی طور پر غازی کو مولانا حسرتؔ موہانی سے بے حد عقیدت اور محبت رہی ہے۔ کئی برسوں کے بعد جب لاہور کے مال روڈ پر جاتے ہوئے نظر آئے تو بھاگ کر ان کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ ''میخانہ ہے نزدیک آرام سے بیٹھیں گے اور کچھ باتیں کریں گے''۔ انہوں نے توبہ استغفار پڑھی اور فرمایا کہ ''میخانہ اور حسرت؟'' آپ نے کہیں غلطی سے ''جوش'' تو نہیں سمجھ لیا ہے؟ غازی نے اپنی درخواست کی وضاحت کی اور کہا کہ ''میخانہ'' سے مراد ''کافی ہاؤس'' ہے وہاں کافی پئیں گے اور پرانی محبت کو تازہ کریں گے۔ انہوں نے فرمایا پرانی باتوں اور کہانیوں کو دہرانے سے کیا حاصل؟ زمانہ بدل گیا ہے۔ میں مسلم لیگ میں اور آپ مجلس احرارِ اسلام میں ہیں اس پر غازی نے عرض کیا کہ ۔

زندان فرنگی میں چکّی کا وہ چلانا
'' آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ ''

حسرتؔ نے فرمایا کہ زیادہ باتیں نہ کیجئے مجھے ایک جگہ ضروری پہنچنا ہے گاڑی نکل جائے گی۔ غازی نے عرض کیا کہ اچھا یہ تو بتایئے کہ وہ ''خوش نصیب'' کون تھے جن کے پاس آپ لاہور تشریف لائے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ''وہ خوش نصیب ریڈیو اسٹیشن'' لاہور کا ہے جس پر غزل پڑھنے آیا تھا۔ اس پر حیرت کے ساتھ عرض کیا کہ وہ شاعر جس کا مطلع یہ ہے ۔

ہے مشقِ سخن جاری ، چکّی کی مشقت بھی
اِک طرفہ تماشہ ہے حسرتؔ کی طبیعت بھی

وہ انگریز کے ''ریڈیو'' سے غزل پڑھے۔ حسرتؔ نے نہایت معصومانہ انداز اور مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا ۔

حسرتؔ پہ ہی موقوف نہیں کوئے بُتاں سے
لے جا نہ سکا کوئی بھی ایمان سلامت !

اور ''السلام علیکم'' کہہ کر چل دیئے۔

(مطبوعہ: ''آج کل'' نئی دہلی۔ مارچ ۱۹۷۹ء)

ادارہ | مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں

اخبار الاحرار

لاھور:

لاہور(۹؍اکتوبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مولانا سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ زلزلے سے ہونے والی تباہی ہمارے لیے انتباہ ہے کہ ہم توبہ واستغفار کی کثرت کریں اور انفرادی واجتماعی سطح پر اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ ہم دینی واخلاقی اور معاشرتی سطح پر کہاں کھڑے ہیں۔انہوں نے کہا کہ زلزلے سے ہونے والی تباہی کے حوالے سے وزیراعظم کا یہ کہنا کہ''یہ امتحان ہے''انتہائی نامناسب اور دین سے عدم واقفیت کا مظہر ہے۔ایک بیان میں انہوں نے کہا کہ یہ رجوع الی اللہ کا وقت ہے۔ہم تو کسی امتحان کے قابل نہیں اور نہ ہی امتحان میں پورا اتر سکتے ہیں بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور توبہ واستغفار کا وقت ہے کہ جتنی بھی کر لی جائے کم ہے۔انہوں نے کہا کہ احکامات الٰہی سے انحراف ہماری تباہی کا موجب بنا ہے۔تین دن تک سوگ کا اعلان کرنے والے حکمران قرآن وسنت سے بغاوت،شعائر اللہ کے بارے میں استہزاء ومذاق اور اخلاقی گراوٹ وپستی اور بے حیائی وحرام کاری کا دن رات درس دے رہے ہیں جس کا لازمی وفطری نتیجہ آفات ہوا کرتی ہیں۔انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں انتباہ ہے کہ ہم سرکشی وبغاوت ترک کر کے خالق کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر عمل کرنے والے بن جائیں اور شراب خانوں،سٹیج ڈراموں،ڈانس گھروں اور کلچر وروشن خیالی کے نام پر فحاشی وحرام کاری کے اڈوں کو بند کر کے مساجد کو آباد کریں۔انہوں نے کاہ کہ پوری قوم کو انفرادی واجتماعی سطح پر گڑگڑا کر اللہ سے معافی مانگنی چاہیے۔انہوں نے کہا کہ تاریخ کے اس المناک حادثے پر کیبل نیٹ ورک اور ٹی وی ریڈیو کا شرمناک کردار حکمرانوں کے منہ پر طمانچہ ہے۔

☆......☆......☆

لاہور(۱۰؍اکتوبر) کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات اور مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری نشر واشاعت عبداللطیف خالد چیمہ نے موضع مونگ (منڈی بہاؤالدین) میں قادیانی عبادت گاہ پر ہونے والی دہشت گردی کی واردات کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت دہشت گردی کو روکنے اور امن وامان قائم رکھنے میں بری طرح ناکام ہوگئی ہے اور بلاتفریق مذہب سب کے جان ومال کی ذمہ داری حکومتِ وقت پر عائد ہوتی ہے۔انہوں نے قادیانی جماعت کی طرف سے اس واقعہ کو ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والی جماعتوں اور ان کے کارکنوں سے منسوب کرنے کی بھی مذمت کی اور اسے خلافِ واقعہ قرار دیتے ہوئے سرکاری انتظامیہ کی ناکامی ونااہلی سے تعبیر کیا۔خالد چیمہ نے اس واقعہ کے بعد مسلم تنظیموں کے کارکنوں کی گرفتاریوں کو سراسر بلاجواز قرار دیا اور کہا کہ بغیر کسی ثبوت کے دینی

کارکنوں کی گرفتاری نہ صرف بنیادی انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی ہے بلکہ بے گناہ شہریوں کو اذیت دینے کے مترادف ہے۔انہوں نے مطالبہ کیا کہ واقعہ کی اعلیٰ سطحی تحقیقات کرائی جائیں،ملزمان کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور گرفتار کیے گئے بے گناہ افراد کو رہا کیا جائے۔

ملتان:

ملتان (۱۱راکتوبر) مجلس احرار اسلام کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ حالیہ زلزلہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی سزا ہے۔افسوس یہ ہے کہ حکمرانوں میں سے کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے اور اپنے گناہوں کی معافی کی بات نہیں کی اور نہ ہی قوم کو منکرات وفواحش سے بچنے اور توبہ کی ترغیب دی۔انہوں نے کہا کہ حالیہ زلزلہ حکمرانوں کی دین بیزاری اور فحاشی وعریانی کے فروغ کی سزا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمادے اور حکمرانوں کو بھی توبہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

اوکاڑہ:

اوکاڑہ (۳۰رستمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے بخاری مسجد اوکاڑہ میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ منکرات کی ترویج واشاعت کو سرکاری سرپرستی حاصل ہے اور حد تو یہ ہے کہ ایک شریف انسان کے لیے خواتین کے ساتھ بسوں میں بے ہودہ اور ننگی فلموں کے ساتھ سفر کرنا مشکل ہوگیا ہے۔انہوں نے کہا کہ اسلامی قوانین قرآن وسنت اور فقہ سے ہی ماخوذ ہیں۔اپنی ذات،اقتدار،مفادات اور حکمرانوں کی خوشنودی کے لیے اسلامی قوانین میں نقص نکالنے کے نئے نئے طریقے ایجاد کرنے والے نام نہاد دانشور اور سرکاری مولوی نظریاتی ارتداد پھیلا رہے ہیں اور لوگوں کے عقیدے کی تباہی کا موجب بن رہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ یہی وقت ہے کہ ''اعلائے کلمۃ الحق'' کا عملی مظاہرہ کیا جائے۔خالد چیمہ نے کہا کہ قادیانیوں کے روزنامہ ''الفضل'' سمیت تمام قادیانی رسائل وجرائد اور پریس مسلسل توہین اسلام اور توہین رسالت (ﷺ) کے مرتکب ہورہے ہیں۔پارلیمنٹ اور اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں سے انحراف ہورہا ہے۔قادیانی اپنے کفر کو اسلام کا نام دے کر پوری دنیا میں دھوکہ دے رہے ہیں اور دہشت گردی کا سب سے بڑا مرکز ''ربوہ'' ہے جبکہ قادیانی نواز حکومت قادیانیوں کو پرموٹ کررہی ہے۔انہوں نے الزام لگایا کہ بعض مقتدر شخصیات آئین کی اسلامی دفعات خصوصاً قادیانیوں کے بارے میں پارلیمنٹ کے فیصلے اور امتناع قادیانیت ایکٹ مجریہ ۱۹۸۴ء کو غیر موثر اور ختم کرنے کے لیے سازشوں کی مکمل سرپرستی کررہی ہیں لیکن یاد رکھنا چاہیے 'نامساعد حالات کے باوجود اب بھی لوگ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے جانیں قربان کردینا سعادت سمجھتے ہیں۔

اوکاڑہ (۷راکتوبر) مجلس احرار اسلام اوکاڑہ کے صدر شیخ نسیم الصباح نے کارکنانِ احرار سے خطاب کرتے

ہوئے کہا کہ موجودہ دور فتنوں کا دور ہے، اپنے آپ کو فتنوں سے بچانے کے لیے تیار رہیں اور ہر فتنے کا مردانہ وار مقابلہ کیا جائے۔ مغرب زدہ طبقہ نے رمضان المبارک میں شعائر اسلامی کی توہین اور بے ہودہ کلچر سے پاکستان کا اسلامی تشخص مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ اخلاقی تباہی و بربادی کے ذمہ دار حکمران ہیں۔

چیچہ وطنی:

چیچہ وطنی (یکم اکتوبر) پاکستان جمہوری پارٹی کے سربراہ اور اے آر ڈی کے نائب صدر نوابزادہ منصور احمد خان نے کہا ہے کہ جنرل پرویز مشرف یہ سمجھ رہے ہیں کہ واشنگٹن کا راستہ تل ابیب سے گزرتا ہے اور اسی راستے ان کے اقتدار کو مزید طوالت و تقویت مل سکتی ہے۔ تل ابیب میں قادیانیوں کا عالمی مرکز یہودیوں کی نگرانی میں کام کر رہا ہے اور ربوہ عالم اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کے اسلام دشمن عزائم کا مرکز بنا ہوا ہے جبکہ جنرل پرویز کے اردگرد قادیانی لابی نے گھیرا تنگ کر رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بعض حساس ادارے قادیانیوں کے نرغے میں ہیں اور طارق عزیز سیکرٹری جنرل نیشنل سیکورٹی کونسل کے ذریعے قادیانیوں کو سیاسی کردار دینے کے لیے بڑی خطرناک سازش پر عمل ہو رہا ہے۔ جس کا تمام دینی و سیاسی حلقوں کو موثر نوٹس لینا چاہیے۔ وہ مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے دفتر میں مجلس احرار، تحریک تحفظ ختم نبوت اور شہریوں کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ اور مرکزی انجمن تاجران چیچہ وطنی کے صدر شیخ محمد حفیظ نے بھی خطاب کیا۔ نوابزادہ منصور احمد خان نے کہا کہ مجلس احرار اسلام نے برصغیر سے انگریز سامراج کے انخلاء اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے جو جنگ لڑی اور قربانیوں کی تاریخ رقم کی وہ امت مسلمہ کا اثاثہ ہے۔ آج پرویزی جبر و استبداد کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لیے پھر کسی سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی ضرورت ہے جو مجلس احرار اسلام جیسا قافلۂ سخت جاں لے کر میدان میں اترے کیونکہ انگریز کے خوف کو عوام سے احرار نے ہی اتارا تھا اور آزادی کے لیے پھانسی کا پھندا چوم لینے والے جری و بہادر اسی جماعت نے پیدا کیے۔ انہوں نے کہا کہ مذہبی اداروں کا تقدس مجروح کیا جا رہا ہے اور قادیانی شعائر اسلامی کی کھلے عام توہین کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی مسئلہ کے حل کے لیے قوم نے بڑی قربانی دی ہے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں ختم نبوت کے حوالہ سے متفقہ ترمیم کو ختم کرنے والے غلط اندازہ لگا رہے ہیں اور وہ خود ختم ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ نیشنل سیکورٹی کونسل، اسٹیبلشمنٹ، فوج اور سول کے اعلیٰ عہدوں پر قادیانی مسلط ہیں اور ان پر کوئی چیک بھی نہیں ہے کیونکہ جنرل مشرف اور بعض مقتدر شخصیات کا اپنا ذہن قادیانیت اور دین دشمنی کی طرف مائل ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنرل پرویز مشرف کے دورِ اقتدار میں قادیانی فتنہ اپنی تباہ کاریوں کے ساتھ از سر نو توانا ہوا ہے اور جنرل پرویز مشرف قادیانیوں کے لیے باعثِ تقویت بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پوری قوم عوامی قوت کے ذریعے ایک بار پھر مسئلہ ختم نبوت کی مضبوط ترین قدرِ مشترک پر اکٹھی ہو گی

تو قادیانی ناسور اور قادیانی نواز عناصر سے قوم کو چھٹکارا ملے گا۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی ریشہ دوانیوں کو ناکام بنانے اور ملکی سلامتی و استحکام کے لیے ضروری ہے کہ جنرل پرویز مشرف، اس کی ٹیم اور اس کے سسٹم سے نجات حاصل کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت نے ۲۰۰۰ء میں ہی اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لیے باقاعدہ کام شروع کر دیا تھا۔ یہودی سفارت کار خفیہ طور پر مسلسل پاکستان آ جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان بننا طے ہو چکا تھا تو ۱۷ر جولائی ۱۹۴۷ء کو صحافیوں نے بانیٔ پاکستان محمد علی جناح سے پوچھا تھا کہ ''آپ پاکستان میں کون سا نظام لانا چاہیں گے''، تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ''قرآن مجید کی شکل میں چودہ سو سال پہلے جو نظام ہمیں مل چکا ہے، وہی نظام پاکستان میں ہوگا''، لیکن قیام پاکستان کے مقاصد سے انحراف اور غداری کے تسلسل نے ہمیں پوری دنیا میں رسوا کیا اور بانیٔ پاکستان کے خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیا۔ انہوں نے کہا کہ فلسطینیوں کو بے دخل کر کے اسرائیل کی شکل میں جو ریاست قائم ہوئی بابائے قوم نے اس کو ناجائز ریاست قرار دیا لیکن امریکی و یہودی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے جنرل پرویز مشرف بہت بے تاب ہیں۔ قبل ازیں نوابزادہ منصور احمد خان جب دفتر احرار پہنچے تو مولانا منظور احمد، حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر، حکیم محمد قاسم، حافظ محمد اشرف سمیت احرار ساتھیوں نے ان کا بھرپور استقبال کیا۔

☆......☆......☆

چیچہ وطنی (۱۶ر اکتوبر) متاثرین زلزلہ کے لیے مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے زیر انتظام قائم کیے گئے امدادی مراکز میں جمع ہونے والی رقم ایک لاکھ چالیس ہزار روپے اور ڈیڑھ ٹرک پر مشتمل سامان اتوار کے روز الرشید ٹرسٹ کے ضلعی دفتر ساہیوال کے سپرد کر دیا گیا۔ مرکزی مسجد عثمانیہ کے خطیب مولانا منظور احمد اور دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے صدر مدرس قاری محمد قاسم نے مجلس احرار اسلام کی جانب سے رقم اور سامان الرشید ٹرسٹ ساہیوال کے ناظم دفتر سعید اللہ کے سپرد کیا اور کہا کہ الرشید ٹرسٹ متاثرین کی مدد کے لیے مثالی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے عوام سے اپیل کی ہے کہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کے لیے زیادہ سے زیادہ خدمات سرانجام دی جائیں اور توبہ و استغفار کی کثرت کی جائے۔ بتایا گیا ہے کہ چیچہ وطنی میں مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم اور دارالعلوم ختم نبوت جامع مسجد میں قائم کیے گئے ''احرار ریلیف فنڈ'' میں امدادی سرگرمیاں مسلسل جاری ہیں۔ علاوہ ازیں ساہیوال میں الرشید ٹرسٹ کے ضلعی دفتر میں مجموعی طور پر تین لاکھ پندرہ ہزار روپے نقد وصول کیے گئے جبکہ دو ٹرک امدادی سامان متاثرہ علاقوں کے لیے روانہ کیا گیا۔

☆......☆......☆

چیچہ وطنی (۲۰ر اکتوبر) مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ زلزلہ سے متاثرہ علاقوں کی تعمیر نو کے نام پر حکومت امریکی و یہودی ایجنڈے کو آگے بڑھانے سے گریز کرے اور مفلوک

الحال اور بے بس انسانوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کے عقائد کو برباد کرنے اور گمراہی پھیلانے والے نام نہاد اداروں پر پابندی عائد کرے۔ ایک بیان میں انہوں نے کہا کہ حکومت اور دینی جماعتوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ قادیانی اپنی ارتدادی سرگرمیوں کے لیے امدادی کاموں کا سہارا لے رہے ہیں اور مصیبت زدہ لوگوں کے لاوارث بچوں کو ہتھیانے کی سازش کر رہے ہیں۔ خالد چیمہ نے عوام سے اپیل کی کہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کے لیے زیادہ سے زیادہ خدمات سرانجام دی جائیں اور توبہ واستغفار کی کثرت کی جائے۔

☆......☆......☆

چیچہ وطنی (۲۰/اکتوبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری، پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری اور عبداللطیف خالد چیمہ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا خدابخش شجاع آبادی کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی ہے اور مرحوم کی عقیدۂ ختم نبوت کے لیے گراں قدر خدمات پر خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

کراچی:

کراچی (۳۰/ستمبر) مجلس احرار اسلام کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل اور تحریک ختم نبوت کے رہنما سید محمد کفیل بخاری نے اقراء روضۃ العلم اکیڈمی ماڈل کالونی ملیر کی سالانہ تقریب تقسیم اسناد کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قرآن کتاب ہدایت ہے۔ جو گمراہوں کو ظلمت اور اندھیرے سے نکال کر ہدایت کے نور سے منور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بذریعہ وحی خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے قلب اطہر پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے بتدریج نازل کیا اور اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔ اس میں تحریف وتبدیلی کرنے والے ناکام ونامراد ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ مسیلمہ پنجاب مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کر کے منصبِ رسالت کی توہین کی تو اللہ نے اسے دنیا میں ذلیل ورسوا اور عبرت کا نشان بنا دیا۔ اسی طرح چودہ صدیوں میں تمام جھوٹے مدعیانِ نبوت عذابِ الٰہی کا شکار ہوئے۔

مدرسہ اقراء روضۃ العلم قاری عبید الرحمٰن اعظمی کی نگرانی میں قرآن کی خدمت کر رہا ہے۔ اس سال دس طلباء کرام نے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی اور پندرہ طلباء نے ناظرہ قرآن پڑھا۔ اس تقریب سے مولانا عبدالغفور مظفر گڑھی، مولانا عبداللہ اور ابومحمد عثمان احرار نے بھی خطاب کیا۔

☆......☆......☆

کراچی (۱۵/اکتوبر) مجلس احرار اسلام کراچی کے رہنماؤں مولانا احتشام الحق احرار، مفتی فضل اللہ الحمادی، مولانا عبدالغفور مظفر گڑھی نے مشترکہ بیان میں مسلمانوں سے کہا کہ ۱۰/رمضان المبارک کو ''یوم باب الاسلام سندھ'' انتہائی عقیدت واحترام سے منائیں۔ خلافت بنوامیہ کے آخری دور میں جب سندھ میں راجہ داہر کے بحری ڈاکوؤں

نے مسلمانوں کے بحری جہاز کو لوٹا، عورتوں اور بچوں کی بے حرمتی کی اور انہیں قید کر لیا تو حجاج بن یوسف نے اپنے سترہ سالہ بھتیجے محمد بن قاسم کو فوج دے کر روانہ کیا کہ ہندوؤں اور قرامطی غداروں کو اس جرم کی سزا دیں اور مسلمان عورتوں اور بچوں کو رہائی دلوائیں۔ محمد بن قاسم نے راجہ داہر اور اس کے ساتھیوں کو دیبل کے مقام پر عبرتناک شکست سے دوچار کر کے نہ صرف مسلمانوں کو قید سے رہائی دلوائی بلکہ کراچی سے ملتان تک کا علاقہ فتح کیا۔ مگر بڑے افسوس کی بات ہے آج ملک بھر میں عریانی، بے حیائی، لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے۔ دین داری کو جرم بنا دیا گیا ہے۔ یہ سراسر احکام الٰہی سے بغاوت ہے جس کی وجہ سے اللہ کا عذاب آ رہا ہے۔ قوم کو اللہ سے معافی مانگنی چاہیے اور حکمران نائن الیون کے غلط فیصلوں کو ختم کر کے نظریہ پاکستان کے تقاضوں کی روشنی میں نفاذ اسلام کا اعلان کریں۔

☆......☆......☆

کراچی (۱۵/اکتوبر) مجلس احرار اسلام کراچی کے ناظم مولانا احتشام الحق احرار نے کہا کہ زلزلہ زدگان کی مدد کرنا ہمارا دینی، اخلاقی اور قومی فریضہ ہے۔ مجلس احرار نے ملک بھر میں اپنے دفاتر کو امدادی کیمپ میں تبدیل کر دیا ہے۔ کراچی، لاہور، ملتان، چیچہ وطنی، چناب نگر، ڈیرہ اسماعیل خان، فیصل آباد، چنیوٹ، رحیم یار خان، ٹوبہ ٹیک سنگھ سمیت ملک کے مختلف شہروں میں زلزلہ سے متاثرین کی بھرپور مدد کرنے کے لیے زور و شور سے کام شروع کر دیا ہے۔ عوام بھرپور طریقہ پر امدادی کیمپوں پر کھانے پینے اور دیگر اشیاء جمع کروا رہے ہیں۔ حکومتی ادارے اعلان کر رہے ہیں مگر پرائیویٹ رفاہی ادارے انتہائی فعال اور مربوط انداز میں کامیابی سے متاثرین تک پہنچ رہے ہیں۔

☆......☆......☆

کراچی ( ) مجلس احرار اسلام پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل اور ''نقیب ختم نبوت'' کے مدیر سید محمد کفیل بخاری نے مدرسہ ضیاء القرآن الحمادیہ کے شیخ الحدیث مفتی فضل اللہ الحمادی کی دعوت پر جامع مسجد فاروقیہ مجاہد چوک ناظم آباد میں اجتماع جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قرآن کریم احکامات الٰہیہ پر مشتمل آخری الہامی کتاب ہے اور حضور اکرم ﷺ آخری نبی یعنی خاتم النبیین ہیں۔ اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ اس لیے عقائد اور احکامات الٰہی میں کسی قسم کی تبدیلی ناممکن ہے۔ انسانی ضروریات افکار و نظریات موسم کی طرح بدلتے رہتے ہیں۔ اس لیے اللہ نے انسانوں کو گمراہی اور خسارے سے محفوظ رکھنے کے لیے وحی الٰہی کا پابند بنایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہود و نصاریٰ کی خواہش پر قرآن کریم کی آیات میں تحریف و تبدل کرنے کی کسی کوشش کو اسلام کے وفادار یقیناً برداشت نہیں کریں گے۔ آغا خان تعلیمی بورڈ کا قیام، نصاب کی کتابوں سے قرآنی آیات کا اخراج، سیرت النبی ﷺ کے مضامین کا اخراج قیام پاکستان اور نظریہ پاکستان سے انحراف ہے۔

ادارہ

مسافرانِ آخرت

☆ **ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مرحوم:** حیدر آباد سندھ کے معروف عالم اور روحانی شخصیت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ۲۵/ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو انتقال کر گئے۔ مرحوم ۹۸ علمی، ادبی اور دینی کتب کے مصنف تھے۔ ان کی تصانیف میں علی نقوش، مولانا عبیداللہ سندھی کی تفسیر، اردو اور سندھی، اردو لغت، فارسی پر اردو کا اثر اور دیگر کتابیں شامل ہیں۔

☆ مجلس احرار اسلام پنجاب کے سابق جنرل سیکرٹری اور بزرگ کارکن حکیم محمد ذوالقرنین مرحوم (لاہور)

☆ والد ماجد رحمہ اللہ، مولانا محمد اشرف صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ مانکوٹ ضلع خانیوال

☆ شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ (والد ماجد مولانا زبیر احمد فہیم بصیر پور ضلع اوکاڑہ)

☆ مولانا خدا بخش شجاع آبادی رحمہ اللہ (مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)

☆ والدہ مرحومہ، قاری خدا بخش صاحب ملتان

☆ شیخ محمد اقبال مرحوم ملتان (ہمارے قدیمی مہربان اور شیخ محمد جاوید، شیخ ظفر اقبال اور شیخ محمد عمران کے والد ماجد (۱۵/ رمضان ۱۴۲۶ھ۔ ۲۰/ اکتوبر ۲۰۰۵ء۔ جمعرات)

☆ ہمشیر مرحومہ وسیم احمد صاحب (احرار کارکن جالندھر، فیصل آباد) والدہ حافظ محمد عادل (رجانہ)

☆ اہلیہ مرحومہ، چودھری محمد عنایت (چوکیدار مدرسہ معمورہ ملتان۔ ۱۷/ رمضان ۱۴۲۶ھ۔ ۲۲/ اکتوبر ۲۰۰۵ء)

☆ والدہ مرحومہ، ریحان صدیقی صاحب کراچی

☆ لندن میں ہمارے مہربان مولانا قاری محمد عمران خان جہانگیری کی ہمشیر مرحومہ، انتقال آزاد کشمیر

☆ برطانیہ کے شہر ہڈرسفیلڈ میں مقیم چیچہ وطنی سے تعلق رکھنے والے چودھری محمد اکرام کی والدہ مرحومہ

☆ چیچہ وطنی میں روزنامہ ''خبریں'' سے منسلک صحافی میاں محمد شریف مرحوم

احباب و قارئین سے درخواست ہے کہ رحمت و مغفرت کے مہینہ رمضان المبارک میں تمام مرحومین کے لیے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کا خصوصی اہتمام فرمائیں۔ اراکین ادارہ تمام مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور پسماندگان سے اظہارِ تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت اور درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

دعائے صحت

ہمارے نہایت کرم فرما اور مہربان مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم ملتان کے ہمسائے جناب پروفیسر محمود الحسن قریشی شدید علیل ہیں۔ احباب اُن کی صحت یابی کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

زکوٰۃ کا حساب لگانے کا آسان طریقہ

نصاب:52.5 (ساڑھے باون) تولہ یا 612.36 گرام چاندی یا اس کی مالیت.......................... ______

زکوٰۃ واجب ہونے کی قمری تاریخ.......................... ______

اس تاریخ کو ملکیت میں موجود مندرجہ ذیل اشیاء میں تمام قابل زکوٰۃ اثاثوں کی مارکیٹ ریٹ کے مطابق موجودہ مالیت بالترتیب تحریر کریں:

1 سونا: خواہ کسی بھی شکل میں ہو اور کسی بھی مقصد کے لیے ہو.......................... ______

2 چاندی: خواہ کسی بھی شکل میں ہو اور کسی بھی مقصد کے لیے ہو.......................... ______

3 نقد رقم:

(الف) ہاتھ میں، بینک بیلنس، کسی کے پاس امانت.......................... ______

(ب) غیر ملکی کرنسی اور پرائز بانڈز.......................... ______

(ج) مستقبل کے کسی بھی مقصد مثلاً حج وغیرہ کے لیے جمع شدہ رقم.......................... ______

(د) انشورنس پالیسی میں اپنی اصل جمع شدہ رقم.......................... ______

(ہ) قرض دی ہوئی رقم جبکہ قرض لینے والا اس کا اقرار کرے، کسی بھی مقصد کے لیے ایڈوانس دی ہوئی رقم جس کا اصل یا بدل واپس ملے گا۔ بی سی (کمیٹی) میں جمع شدہ رقم، مکان یا چیز تیار ہونے سے قبل اس کی بکنگ میں دی ہوئی رقم ______

(و) سرمایہ کاری مضارب یا شراکت داری میں لگی ہوئی رقم، ہر قسم کے بچت سرٹیفکیٹس وغیرہ، پراوڈنٹ فنڈ کی وہ رقم جو اپنے اختیار سے کسی محکمے میں منتقل کروادی ہے.......................... ______

4 فروخت کرنے کے لیے خریدا گیا سامان، جائیداد، حصص، خام مال ______

(الف) فروخت شدہ چیز کی قابل وصول رقم (Book Debts).......................... ______

(ب) سامانِ تجارت کے عوض حاصل شدہ چیز.......................... ______

مجموعہ قابل زکوٰۃ مال: ______

مالی ذمہ داریاں:

1 قرض (ادھار لی ہوئی رقم)، ادھار خریدی ہوئی چیز کی قیمت، بیوی کا مہر جس کے ادا کرنے کی نیت ہے، کمیٹی حاصل کرنے کے بعد بقیہ اقساط کی رقم).......................... ______

2 ملازمین کی تنخواہ جس کی ادائیگی اس تاریخ تک لازم ہو چکی ہے.......................... ______

3 ٹیکس، کرایہ، یوٹیلٹی بلز جن کی ادائیگی اس تاریخ تک لازم ہو چکی ہے.......................... ______

4 گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ کی وہ رقم جو ادا نہیں کی گئی.......................... ______

مجموعہ مالی ذمہ داریاں: ______

کل مملوکہ قابل زکوٰۃ مال کی رقم.......................... میں سے مجموعہ مالی ذمہ داریوں کی رقم.......................... کو منہا کر کے جو باقی بچے وہ قابل زکوٰۃ مال کی صافی رقم.......................... ہے۔ اب اس قابل زکوٰۃ مال کی رقم کو چالیس پر تقسیم کریں۔ حاصل قسمت جتنی جتنی رقم.......................... ہو وہ اصل واجب زکوٰۃ رقم ہے۔

عربی رسالے ''اخوان الصفاء'' کے مصنفین ابوسلمان، ابوالحسن اور ابواحمد وغیرہ کل دس آدمی تھے۔ یہ بصرہ میں رہا کرتے تھے۔ ان کا مشغلہ علم و دین کی تحقیق تھا۔ لہٰذا انہوں نے مختلف علوم پر اکیاون (51) رسالے تصنیف کیے۔ انہی رسائل میں ایک رسالہ ''اخوان الصفاء'' ہے۔ اس کا موضوع انسان اور حیوان کا مناظرہ ہے۔ اس مناظرے میں انسان غالب آتا ہے۔ لیکن حیوانوں کے ذریعے حقیقت و معرفت کے بارے میں بہت باریک نکات بیان کیے گئے ہیں۔

''اخوان الصفاء'' کا پہلا اردو ترجمہ مولوی اکرام علی نے کیا۔ جسے 1810ء میں شائع کیا گیا
دوسری بار انجمن ترقی اردو نے اسے تقسیم ہند سے پہلے 1936ء میں شائع کیا۔

اخوان الصفاء

یہ کتاب ایک زمانے سے اہل علم کی نظروں سے اوجھل تھی، جسے اب مرتب کر کے شائع کیا گیا۔ جس میں کتاب اور مترجم کے بارے میں مضامین شامل کیے گئے اور متروک املاء کی جگہ مروجہ املاء میں اسے کمپوز کیا گیا۔ ''اخوان الصفاء'' کے موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ کتاب نہایت اہم ہے۔

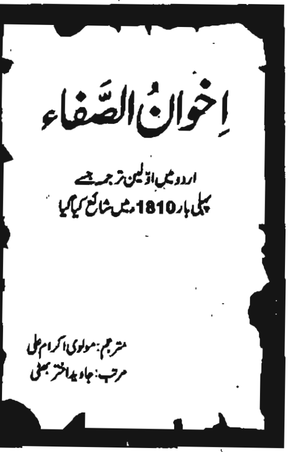

اخوان الصفاء

مترجم: مولوی اکرام علی　　مرتب: جاوید اختر بھٹی

ناشر: کتاب دوست 517/1 ریلوے روڈ ملتان

ملنے کے پتے

- بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی، ملتان
- المیزان۔ اردو بازار لاہور
- دار الکتاب۔ اردو بازار لاہور
- بیکن بکس۔ اردو بازار لاہور/گل گشت ملتان

ضخامت: 136 صفحات　　قیمت: مجلد: 100 روپے　　غیر مجلد: 80 روپے

احرار امدادی مراکز کا قیام

حالیہ ہولناک زلزلے کی زد میں آنے والے مصیبت زدہ انسانوں کی دل کھول کر مدد کریں!

مجلس احرار اسلام نے مختلف مقامات پر امدادی مراکز قائم کیے ہیں۔ احرار کارکنوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اپنی تاریخی روایات کو زندہ کرتے ہوئے پریشان حال انسانوں کی خدمت کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ نقد رقوم، خشک راشن، کمبل، گرم بستر اور دیگر سامان درج ذیل مقامات پر پہنچانے کا فوری انتظام کریں۔

احرار خدامِ خلق نے درج ذیل مراکز سے امداد کی پہلی کھیپ روانہ کر دی ہے۔

- مرکزی دفتر احرار 69/c حسین سٹریٹ وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور 042-5865465
- دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961
- شفیع الرحمٰن احرار کراچی 0333-3626490
- دار العلوم ختم نبوت جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی 040-5482253
- مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی 0300-6901649
- جامع مسجد احرار چناب نگر 047-6211523
- مولانا فقیر اللہ رحمانی، عبدالرحیم نیاز رحیم یار خان 0301-7660168
- مولانا محمد اسماعیل جامع مسجد معاویہ ٹوبہ ٹیک سنگھ 046-2516634
- اشرف علی احرار فیصل آباد 0300-7623619
- غلام حسین احرار مقابل بلوچ ہوٹل ملتان روڈ ڈیرہ اسماعیل خان

الداعیان سید عطاء المہیمن بخاری (امیر) پروفیسر خالد شبیر احمد (ناظم اعلیٰ) مجلس احرار اسلام پاکستان

کھانسی، نزلہ، زکام
کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرّب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

صُدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔

شوگر فری صُدوری بھی دستیاب ہے۔

لعوق سپستاں

نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔

اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔

ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

جوشینا

نزلہ، زکام، فلُو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔

جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مُضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔

جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

سُعالین

مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین، گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

سُعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری ۔ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

مدینۃ الحکمہ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ [illegible]

شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

Adarts-SJLS-1/2001

Monthly"Naqeeb-e-Khatm-e-Nabuwwat"Multan.Regd.M.No:32

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ — امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی
ملتان

بانی
سیّد عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
قائم شدہ
28 نومبر 1961ء

الحمد للہ

مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی و فکری سفر پر گامزن ہے اور تسلسل کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ طلباء کے لیے مدرسہ معمورہ اور طالبات کے لیے **جامعہ بستانِ عائشہ** میں حفظ و ناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری شعبوں میں تعلیم جاری ہے۔

دارالقرآن — دارالحدیث
دارالمطالعہ — دارالاقامہ
کی تعمیر میں حصہ لیں

گزشتہ سال **2004**ء میں مدرسہ سے ملحق ایک مکان خریدا گیا جس میں اب دارالقرآن، دارالحدیث اور دارالمطالعہ کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔ احباب سے اپیل ہے کہ حسبِ سابق نقد و سامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔

ترسیلِ زر
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر **2-3017** یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

الداعی الی الخیر
ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری

Designed by 0300-7345096